قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّي

روح القدس

یعنی

تفسیر آیہ قل الروح من امر ربی

مولفہ

مولوی علیم الدین محمد وکیل رجبدول

سنہ ۱۳۱۸ھ

در مطبع عزیزیہ دکن واقع حیدرآباد طبع شد

کتاب

روح القدس

انسان کامل

خدا۔ نے عالم کو باعتبار اپنے ان اسمار حسنی اسکے ایجاد کیا جو بیحد و بے حساب ہین۔ اور غایت اس تخلیق سے یہہ تھی کہ وہ خود اپنے جمال پاک کو بمصداق ان اللہ جمیل و یحب الجمال ایک ایسے موجود جامع مین مشاہدہ کرے جو علم ازلی مین اوس کے سابق اور وجود خارجی مین مابعد ہو۔ اور یہہ موجود جامع کون ہے حضرت انسان ہے جہان تخلیق کی غایت تمام ہے۔ تمام عالم مثل ایک بے جان کالبد کے ہے اور انسان اوسکی جان ہے ایجاد عالم کی علت غائی انسان اور ایجاد انسان کی علت غائی کمال جلاے عالم و ظہور حق سبحانہ تعالی ہے۔ عالم کو انسان کبیر اور انسان کو عالم صغیر کہتے ہین جو کچھہ تمام عالم مین ہے وہ سب کچھہ اس مین موجود ہے۔ تمام جہان اس کی تفصیل اور یہہ ساری جہان کا اجمال ہے اسی لیے اسکا نام انسان رکھا گیا کیونکہ یہہ اُنس سے ماخوذ ہے اور انس بمعنی الفت و محبت رکھنے والے کے ہین پس یہہ بھی تمام حقایق عالم سے مانوس اور نمونہ

ہر افرادِ عالم اس مین موجود ہے - ہر اسرار اس مین پوشیدہ ہے - اس کا
ازلی ہونا باعتبار اس کے وجود علمی کے ہے کیونکہ جب خدا کا علم ازلی ہے تو معلوم
(اعیان ثابتہ انسان) بھی اوس کا ازلی ہوگا اور ابدی ہونا اس لئے ہے کہ
علت تامہ اوس کی باقی و ابدی ہے - اس کا مخلوق و حادث ہونا اس لحاظ سے
ہے کہ یہہ اولاً خارج مین موجود نہ تھا بعد موجود ہوا - پس اسی احاطہ و جامعیت کے وجہ سے
کہ وہ تمام حقایق عالم کو شامل ہے اس کا نام انسان رکھا گیا - اور یہہ تمام عالم مین بمنزلہ
اوس پتلی آنکھہ کے ہے کہ جس مین بینائی ہو اور بینائی تمام پر محیط ہو - اس کا اگر خارج
مین وجود نہ ہوتا تو تخلیق کبھی تمام نہ ہوتی - یہہ بمنزلہ اوس نگینہ انگشتری کے ہے کہ جو محل
نقش و علامات ہے جس کو بادشاہ اپنے خزانون پر مُہر کیا کرتے ہین تاکہ خزائن محفوظ
رہین ایسی ہی خدا تعالی نے تمام عالم کو وجود انسان کی وجہ سے محفوظ رکھا ہے کیونکہ
جب یہہ خلیفۃ اللہ ہے تو خلافت اوسی کو زیبا ہے کہ جس مین جمیع استعداد و قابلیت
ہر رعایا کو بموجب اون کے حقوق و ذمہ داری کے دادرسی عطا کرنے کی ہو ورنہ وہ کبھی
مستحق خلافت نہین ہوسکتا کہ جس مین کچھہ بھی استعداد و قابلیت نہ ہو - پس تمام عالم اس کی رعایا
ہے اور یہہ سب پر حکمران ہے جبتک عالم مین انسان کامل موجود ہے اوس وقت تک
عالم محفوظ رہیگا اور جب یہہ زائل ہوگا تو توڑ دی جاوے گی وہ مُہر اور کھل جاویگا وہ
خزینہ اور منتقل ہو گی ہر شئے اور آخر ہر چیز کا ظہور طرف آخرت کے ہوگا اور یہان
انسان کامل خزانہ آخرت پر بمنزلہ اُس مُہر کے ہوگا جو مُہر ابدی ہو گی کُل من علیہا
فان ویبقٰی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام -

انسان کی انسانیت اوس کے جسم کے بدولت نہین ہے بلکہ اوس کی روح

کے بدولت ہے اور روح ایک سراج "اللہ نور السموٰۃ والارض اور قوالب واشباہ ہزار در ہزار اوس کی زجاج ہین جسم کی مثال مثل طاق کے ہے اور روح کی مثال مثل چراغ کے - اور قلب کی مثال مثل زجاج کے اور نفس کی مثال مثل شجرہ کے - اور حرارت و رطوبت غریزی یعنے روح حیوانی کی مثال مثل تیل کے ہے - جس گھر مین یہہ چراغ روشن ہے اوس گھر مین اوجالا ہے اور جس گھر سے یہہ چراغ گل ہوگیا تو وہ گھر ہی ہٹ گیا جسم روح کا گھر ہے اور یہہ اوس درخت کے متشابہ ہے کہ جس کی جڑ قلب مضغہ ہے جسم مین اگر قلب مضغہ صحیح ہو تو جسم بھی صحیح رہتا ہے اور اگر یہہ فاسد ہو تو جسم مین بھی فساد ہوتا ہے اس سے صدہا عروق جسم مین ایسے دوڑے ہین جیسے نہرین جاری ہین - اور ان نہرون مین روح حیوانی ایسی ساری ہے جیسے ان نہرون مین پانی بہہ رہا ہے - یہی روح حیوانی روح انسانی کے لئے بمنزلہ روغن ہے اور روح انسان بمنزلہ چراغ اور قلب مضغہ بمنزلہ فتیلہ کے ہے جب یہہ چراغ کسوت عنصری مین رکھا گیا تو آمیزش روح حیوانی سے ایک اشتعال و شعلہ ناری اوس مین پیدا ہوا اور پھر اس سے قوائی شہوی و غضبی ظہور مین آئے اور حرارت و رطوبت غریزی نار ہوگئی - اور نشاط جسمانی نے اوس نور کو بھی نار کیا پس جو لوگ کہ اس نار کو نور بناتے ہین تو اونہین کی شان مین خدا فرماتا ہے نور علی نور اور وہ جس کو چاہتا ہے ایسی ہدایت دیتا ہے اللہ نور السموات و الارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح - المصباح فی الزجاجہ الزجاجتہ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکتہ زیتونتہ لا شرقیتہ و لا غربیتہ یکاد زیتہا یضی و لو لم تمسہ نار نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء

و یضرب اللہ الامثال و اللہ بکل شیئ علیم - یعنے اللہ نور آسمان و زمین کا ہے اور اس نور کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک طاق (جسم) اور طاق مین ایک چراغ (روح) اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل (قلب) مین جو نہایت مصفی اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا اون ستارون مین سے ایک عظیم ستارہ ہے جو آسمان پر بڑے آب و تاب کے ساتھ چمکتے ہین جس کو کوکب دری کہتے ہین - اور وہ چراغ زیتون کے شجر مبارک (فیض اقدس) سے ایسا روشن کیا گیا ہے کہ اگر وہ ایک لمحہ اپنی فیض بخشی نکرے تو نہ روح انسانی کا وجود ہوسکتا ہے اور نہ جسم کا شہود اور وہ شجر مبارک نہ شرقی ہے نہ غربی یعنے محدود بجہت نہین ہے اور تیل ایسا صاف ہے کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ یعنے روح حیوانی ایسی صاف ہے کہ بغیر آگ ہی روشن ہوجاتی ہے اور ہزار ہا شعلہ ناری اس سے پیدا ہوجاتے ہین نور فایض ہے نور پر یعنے فیض اقدس فایض ہے فیض مقدس پر یا روح القدس فایض ہے روح انسانی پر یا روح انسانی فایض ہے روح حیوانی پر خدا اپنے اس نور کے طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور لوگون کے لیے یہ مثالین بیان کرتا ہے کہ دیکھو یعنے انسان کو ایسا موجود جامع بنایا ہے سب کچھ اس مین موجود ہے اس کی روح تمام عالم ارواح کو شامل ہے اور مظہر روح القدس ہے اس کا جسم تمام مراتب وجود پر ساری ہے اور مظہر جسم کل - اس کے چار خلاط چار عنصر کے نمونہ ہین اور اس کے بارہ سوراخ جسم بارہ برج آسمان کے مشابہ ہین - اس کے تمام اعضا مثل اون ستارون کے ہین جو گرد اگرد آفتاب قلب کے حرکت کرتے ہین - اس کی حرکت مثل حرکت کواکب و افلاک کے ہے - اس کی حضوری مثل طلوع شمس اور غروب مثل غیاب کے - جاہ و رفعت مثل شرف و اوج آفتاب کے جسم مثل زمین کے - عظام مثل جبال کے بطن مثل دریا کے - عروق مثل نہرون کے - مغز مثل معدن کے - قدام مثل مشرق کے خلف

خلفت مثل مغرب کے - یمین ویسار مثل جنوب وشمال کے - انفاس مثل ریاح کے - صوت مثل رعد کے - قہقہہ مثل صواعق کے - گریا مثل بارش کے - غم مثل ظلمت کے - نیند مثل موت کے - بیداری مثل حیات کے - صبا مثل ربیع کے - شباب مثل صیف کے کہولت مثل خریف کے - شیخوخیت مثل شتا - اور نشو ونما مثل نباتات کے و قس علی ہذا ہر چیز اس مین موجود اور ہر قابلیت اس مین مستتر ہے انہین کے طرف قرآن مین خدا فرماتا ہے و فی انفسکم افلا تبصرون - لیکن لوگ ہین کہ توحید لفظی پہ ہین کوئی حقیقت شئے کے طرف نظر نہین کرتا - جہان ہے کہ جزئی پرست ہے امر کلّی کا کسیکو خیال نہین -

از علیم الدین محمد وکیل ہائیکورٹ سرکار نظام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و نعت

خداوندا تو پاک ہے اور ہر طرح سے پاک ہے۔ ہر حمد تیرے لئے ہے تیری کیا تعریف ہو سکتی ہے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے حبیب پاک احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نعتِ پاک ہی تیری تعریف ہے کیونکہ آپ ہی کی ذات جمیع موجودات و نوع انسانی سے اعلیٰ و اشرف ترین و برگزیدہ ہے اور آپ ہی کے ذات پاک میں جمیع کمالات صوری و معنوی کلی و جزوی ہیں اور یہی مرتبہ مرتبہ جمعیت الہیہ ہے کہ جس کے اوپر پھر کوئی درجہ بجز احدیت ذات کے نہیں ہے۔ آپ خاص مظہر اسم اعظم ہیں اور یہ اسم تمام اسماء و صفات کا جامع ہے اور سب اس کے ماتحت ہیں اسی لئے ہر ہر نبی و ولی کا مذاق جداگانہ ہے اور ہر ایک کی حقیقت علحدہ علحدہ ہے۔ جو جو کمال کہ ہر نبی و ولی کو حاصل تھا وہ سب کچھ آپ کے کمالات سے ہے اور آپ ہی سب کمالات کے جامع ہیں اگر اس فرد الافراد کا خارج میں ظہور نہ ہوتا تو کبھی نبوت و رسالت ختم نہ ہوتی اور خدا اپنے کلام پاک میں اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتہ نفرماتا پس سب کچھ آپ پر ختم ہو چکا نبوت کی ابتدا اور اس کا اختتام آپ ہی کی ذات پاک سے ہے۔ آپ اس قدر

مین بھی نبی تھے جبکہ آدم مٹی و پانی مین تھے یعنے موجود بھی نہین تھے کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین یعنے آپکے اعیان ثابتہ کا تعین ظہور سب پر مقدم ہے اور اس لئے کہ اول وہ چیز کہ جسکو افاضہ کیا احدیت ذاتیہ نے اور تعین کیا فیض اقدس کے ساتھ اپنے علم مین تو آپ ہی کے اعیان ثابتہ ہین اسی کو فردیت اولیٰ کہتے ہین۔ اور اوّل وہ چیز کہ ایجاد کی اوس نے فیض مقدس سے خارجین بعالم اکوان وہ آپ ہی کی روح مقدس ہی کہ جس کے نسبت اوّل ما خلق اللہ روحی آیا ہے پس باعتبار تعین و ظہور کے بھی آپ سب پر فائق ہین اور باعتبار نشار عنصری کے بھی خاتم پیغمبران ولاکن رسول اللہ و خاتم النبین اور خود آپ فرماتے ہین کہ لا نبی بعدی اب جو شخص کہ اپنے کو نبی مجازی ہونے کی تاویل کرے وہ غلط محض غلط کہتا ہے کیونکہ آپکا ظاہر رسالت و نبوت ہے اور آپکا باطن ولایت مطلقہ اسی لیے نبوت حقیقی و مجازی ختم ہو چکی اب کوئی نہ نبی مجازی ہو سکتا ہے اور نہ حقیقی۔ جتنے انبیاء کرام گذرے ہین وے سب کے سب آپ ہی کے خوشہ چین ہین اور جتنے اولیاء عظام ہین وے سب کے سب اسی مشکوٰۃ ولایت و نبوت سے فیض یاب ہین۔ اور نبوت و رسالت تمام انبیاء و رسولون کی مقام نبوت محمدی سے ماخوذ ہے اور یہہ مرتبہ بسبب آپکے ظہور وجود شریف کے ختم ہو گیا ہے آپ جب عالم غیب مین تھے تو فیض نبوت و رسالت تمام انبیاء و رسل کو پونہچاتے تھے اور فیض ولایت کو بھی جو باطن نبوت ہے افاضہ کرتے تھے۔ پھر جب عالم شہادت سے عالم غیب مین تشریف فرما ہوئے تو عالم غیب سے بصورت خاتم اولیاء تجلی فرماکر مہر خاتمہ ولایت کی دروازہ ولایت پر فرمائے پس تمامی انبیا و رسل مشکوٰۃ خاتم اولیاء ہی سے دیکھتے ہین اور ہر ایک نبی صاحب ولایت و صاحب نبوت ہے ختم ولایت سے مراد ولایت خاصہ محمدیہ ہے اور ختم نبوت سے مراد نبوت خاصہ حقیقیہ تشریعیہ ہے

مشکوٰۃ خاتم اولیار سے وہ نسبت واسطہ مراد ہے جو درمیان اُمّت اور حق تعالی کے ہے
اسی کو وسیلہ و فیصلہ و مقام محمود بھی کہتے ہین جو مخصّص ہے خاتم الانبیار کے ساتھ چنانچہ
اسی لئے آپنے اپنی اُمّت کو اس مقام محمود کے استدعار کے لئے بعد اذان تعلیم فرمائی ہے
نبوّت کے دو قسم ہین ایک نبوت شرعی جس سے مراد احکام امر و نواہی ظاہر شریعت ہین جو
حق تعالی کے طرف سے بطرف خلق بواسطہ انبیار صادر ہوئے ہین - اور دوسری نبوّت
تعریفی ہے اور اس سے مراد وہ خبر دینا ہے حقایق و اسرار غیب کا اور ظاہر کرنا ہے
اسرار عالم ناسوت و ملکوت اور اسرار ربوبیت کا بہر حال رسالت و نبوّت اگر یہہ شرعی
مراد ہو تو یہہ منقطع ہو جاتی ہے و لیکن ولایت مطلقہ کبھی منقطع نہین ہو سکتی - ہو الاوّل ہو الآخر
ہو الظاہر - ہو الباطن و ہو علی کُلّ شیءٍ قدیر -

از علیم الدین محمد وکیل ہائکورٹ سرکار نظام

باب

روح القدس

لوگ روح کی حقیقت مین سرگردان ہین لیکن روح کے معنے "قل الروح من امر ربی" سے خود پیدا ہین روح کی حقیقت اگر عین امر نہ ہوتی تو خود سرور کائنات علیہ شان ربوبیت سے من امر ربی کے الفاظ نہ فرماتے پس روح کی حقیقت کا بیان قل الروح من امر ربی سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے تاہم اگر اس کے معنے نہ سمجھین نہ سمجھین مگر ہر صاحب سمجھ اس کو جان سکتا ہے ۔

قصہ ذوالقرنین و صحاب کہف کے سوائے نصر بن حارث کا جو سوال تھا اوسکا جواب نہایت جامع مانع فصیح بلیغ الفاظ مین ادا کیا گیا کہ جس سے بڑھکر اور کوئی معنی نہین ہوسکتے علماؤن نے بہت کچھہ اس مین تاویلین کین اور اس مین کلام کرنے کو منع فرمایا لیکن ممانعت صحیح کہین نہین ثابت ہوتی۔ اگر یہہ مانا ہی ہے کہ خود ختم المرسلین نے اس کی حقیقت بیان نہین فرمائے تو پھر مین یہہ پوچھتا ہون کہ سوال حقیقت روح من امر ربی کے الفاظ کیا ہین اور کیون یہہ بجواب سوال ادا کئے گئے معلوم و ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے جو کچھہ روح کی حقیقت تھی وہ الفاظ من امر ربی مین ادا فرما چکے اب جو ان کا اہل تھا وہ سمجھ گیا

اور جو نا اہل تھا وہ اس سے محروم رہا کیونکہ ہر شخص اپنی قابلیت اور اپنی فہم کے موافق
ادراک کرتا ہے اگر کفار ون نے اپنی فہم کے موافق اس جواب کو بلا حقیقت شئے معلوم کرنے کے
صداقت رسالت و نبوت کی ایک دلیل سمجھین ہون تو یہہ اون کی فہم ہے اور اگر علما اون نے
بظاہر ان الفاظ سے روح کے بستہ راز تک نہ پہنچین ہون تو یہہ اون کا ادراک ہے
لیکن محقق ایک ایسے معنے پیدا کرتا ہے جو جاہل سے جاہل کے سمجھہ مین آسکے اور عالم سا عالم بھی
اوس کو مان لے ۔ اور وہ معنے یہہ ہین کہ تمام عالم صحف آیات الٰہی ہے اور اس کی تصدیق
قرآن پاک سے ہوتی ہے "سنریہم آیاتنا فی الافاق" پس ہر نشانی نشانی الوہیت ہے
جو بمصداق **وان من شئی الا یسبح بحمدہ** ۔ حیات علم ۔ ارادہ ۔ قدرت ۔ سماعت ۔ بصارت
کلام کے ساتھہ متصف ہے ۔ لیکن کسی مین بالقوہ کسی مین بالفعل اور انسان مین اس کی جامعیت ہے
عالم ایک کلمہ ہے جو حروف وصورت کے ساتھہ لکھا ہوا ہے اور معنے اس کلمہ کا روح ہے
پس معنے روح عالم کن سے ہے اور صورت جسد عالم فیکن سے ۔ قل الروح من امر ربی
اس کا بھید ہے ونفخت فیہ من الروحی اس کا کشف ہے ۔ روح مظہر صفات الوہیت ہے ۔
اور اس کا مظہر نفس ہے اور نفس کا مظہر جسم اور جسم مامور بامر الٰہی اور یہی معنی ہین قل الروح
من امر ربی کے ۔ کیونکہ خلق صورت امر ہے اور امر حقیقت خلق ۔ خود قرآن سے اس کی تصدیق
ہوتی ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے "الا لہ الخلق والامر فتبارک اللہ احسن الخالقین" ۔
مظہر شئے صورت شئے اور صورت شئے ایک امر کہ جس کی وجہ سے وہ شئے معقول
ومحسوس ہوتی ہے اور اوس کا ظہور اوس کا تمیز دنیین ہے ۔ ظاہر ومظہر ایک دوسرے کے
ساتھہ متحد ہین اگر کچھہ فرق ان مین ہے تو اطلاق وتقید کا ہے جیسے حقیقت مطلقہ انسانی
باعتبار اطلاق ظاہر ہے اور باعتبار تقید مظہر مشخصات ۔ یہان ظاہر نہ مظہر کا مغایر اور نہ

مظہر ظاہر سے مبائن ظاہر تعین وتقید مین مظہر کا تابع ہے اور مظہر اپنے تحقق ظہور مین ظاہر کا
تابع - ظہور صفت ظاہر ہے اور باطن اس ظاہر کا وہی نقش ظاہر ہے پس جو امر کہ بشئے ظاہر ہو
وہ شئے مین صورت امر ہے جیسکہ جبریل علیہ السلام بصورت وحیہ کلبی تشریف لائے
اگر درحقیقت امر کی کوئی حقیقت نہین ہے تو پھر یہہ کیا صورت ہے - اگر یہہ کہتے ہو کہ
جبرئیل کی کوئی صورت نہ تھی یا امر محسوس نہین ہو سکتا تو انکار وحی لازم آتا ہے
جو موجب کفر ہے اور اگر تسلیم کرتے ہو تو وہی صورت ایک صورت امر ہے اور
یہی معنے ہین قل الروح من امر ربی کے - پرستار امرش ہمہ چیز وکس - بنی آدم و
مرغ و مور و مگس - لیکن باوجود اس کے روح کا بھید تمام کائنات سے پوشیدہ ہے
ادراک عقلی و احساس بشری سے اس کا ادراک نہین ہو سکتا - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جبتک کہ اس مین قوت نبوت سے سخن نفرمائے اُس وقت تک اس کا بھید
راز کمال غیبت سے چشم نامحرم پر پوشیدہ رہا اور اب بھی ایسی آنکھ بمصداق
ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوہ - اس سے محروم ہے جن کو
خدا نے ایسی آنکھ عنایت کی ہے اور اون کا وجہ تقیید مٹ گیا ہے تو وہ البتہ
اس راز سے واقف ہو سکتے ہین مگر وہ بھی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا پس جسطرح کہ
حرکت سے ہوا صفات سے ذات تمیز ہوتی ہے اسیطرح احکام و آثار سے روح پیدا ہے
اور عقل اوس کی ماہیت ادراک پر شیدا ہے - روح کی شناخت روح کے ساتھ ہے
اور اوس کا جمال پردہ تقیید مین پوشیدہ ہے - روح صورت رحمان اور حقیقت
انسان ہے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اس پر دال ہے - روح نور جہان کو بیشتہ
ہے کلام اس مین اس لئے منع ہے کہ یہہ عالم صانع سے ہے نہ جنس مصنوع سے کیونکہ

افشار راز سر ربوبیت کفر ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الارواح جنود مجندہ
تشام کما تشام الخیل فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف ۔ جسطرح شاہ کے لئے
ایک صورت ہے اور آئینہ کے لئے ایک حقیقت ہے اسیطرح روح کے لئے وجہ
جمال رحمانیت ہے ۔ جس نے اس جمال کے ساتھ اوس کو دیکھا وہ اوس کے قدم کا قایل ہوا
اور معنی قل الروح من امر ربی اے من نور ربی ۔ کو سمجھا اور جس نے اس کے خلاف
سمجھا وہ اس کے حدوث کا قایل ہوا کیونکہ اس نے روح کو بلحاظ آئینہ کے نظر کیا ہے وہ
الروح حادث لانہ جسم لطیف یقبل الترکیب ۔ کا قایل ہے ۔ لیکن اگر یون بھی مراد لین تو
محققین کے یہان حدوث کے معنے ظہور اور ظہور کے معنے نور کے ہین اور اس لحاظ سے
وہ اگرچہ حادث ہے لیکن اوس کا بقا ابدی وسرمدی ہے ۔ امام محیطی کا کشف ہے کہ ۔
الروح لا یدخل تحت ذل کن لانہ امرہ و امرہ کلامہ و کلامہ لیس بمخلوق ۔
حضرت نظام الحق والدین کا فرمان ہے کہ حقیقت روح ادراکات حسی وعقلی سے خارج
ہے لا یلحقہ حس ولا یدرکہ عقل کیونکہ جو چیز دور سے نظر آتی ہو تو اوس مین ایک
ایسی قوت ہے کہ وہ جس صورت مین چاہے اپنے کو ظاہر کرے یہی حال روح کا
کہ وہ اگرچہ بے صورت ہے لیکن ہمہ صورت ہے ۔ کسی چیز مین ایسا اختلاف نہین ہے
جیسا کہ لوگون نے حقیقت روح انسانی کے نسبت اختلاف کیا ہے ۔ اطبا روح
حیوانی کو روح انسانی کہتے ہین اور بعض حکما نفس ناطقہ کو روح کہتے ہین بعض
اوس کے حلول کے قایل ہین ۔ بعض اوس کو ہوا شمار کرتے ہین ۔ اور بعض اوس کو
پانی کہتے ہین ۔ اور بعض نے خون کا نام روح رکھا ہے ۔ اور بعض کا یہ خیال ہے کہ
روح اخلاط اربعہ ہے جو مجتمع اور کم وکیف مین معتدل ہو ۔ اور بعض روح نفسانی یعنے

قوتِ دماغی کو روح کہتے ہین اور بعض روحِ حیوانی یعنے قوتِ قلبی کا نام روح رکھتے ہین
اور بعض روحِ نباتی یعنے قوتِ جگر کو روحِ انسانی سمجھتے ہین ۔ اور بعض روحِ نباتی و
حیوانی و نفسانی اِن سب کے مجموعہ کا نام روحِ انسانی رکھتے ہین متکلمین کا قول ہے کہ
روحِ انسانی جسمِ لطیف ہے جو بدن مین سرایت کی گئی ہے جیسے عرقِ گلاب گلاب مین
اشاعرہ کا قول ہے کہ جسم مرکب ہے اجزاءِ لایتجزی سے اور روح سے مراد بھی اجزاء لایتجزی
ہین جن کو اجزاء اصل بھی کہتے ہین ۔ اور بعض کا یہہ قول ہے کہ روح ایک جزو لایتجزی
ہے اور بعض متکلمین کا یہہ عقیدہ ہے کہ روح عرض ہے عوارض بدن سے اور امام رازی کا
بھی اس پر اتفاق ہے ۔ اور بعض خداوند کریم کے اجزاء مین سے ایک جزو لیتے ہین اور
بعض کا یہہ خیال ہے کہ روح نسیم طیب ہے جو باعثِ حیات ہے ۔ اور بعض یہہ کہتے ہین کہ
روح کوئی صفتِ جسم نہین ہے بلکہ ذاتِ باری تعالیٰ کی صفت ہے ۔ مفتی شاہ دین کا قول ہے کہ
روح عالمِ امر سے ہے یعنے اوس عالم سے کہ جس کا اندازہ و مقدار نہین اور جس کو عقل قلب
نفسِ ناطقہ کہتے ہین حضرت جنید بغدادی کا قول ہے کہ مین موجود کے سوائے کچھہ
نہین تعبیر کر سکتا ۔ اور یہہ سب کچھہ ہیچ کہتے ہین لیکن اپنے اپنے ادراک و فہم کے موافق
جو حقیقتِ روح ہے وہ سب ان معانی سے برتر و اعلیٰ ہے وہ نہ متصل ہے نہ منفصل
وہ نہ داخل ہے نہ خارج وہ نہ حلول کی ہے نہ سرائت وہ نہ جزو لایتجزی ہے نہ جوہر نہ عرض
وہ نہ لطیف ہے نہ کثیف وہ نہ اجزاء آلہی سے ہے اور نہ ہوا و پانی ہے بلکہ وہ مثالِ جمال
بے کیف ہے جو کیفیت و ماہیت سے مقدس اور کنہہ ادراک عقل سے خارج اور اوس کے شہود
پر قوت حسی سے اطلاع حاصل ہونی ناممکن جو اس کو عرض جسم و جوہر کہتے ہین وہ اُس جمال
بے کیف سے ناواقف ہین اور جو اس کو علم سے تعبیر کرتے ہین وہ اوس کی حقیقت سے ناآشنا ہین

کیونکہ روح ایک سراج اللہ نور السموٰت والارض اور عکس نور آلہ ہے جو ہزار در ہزار
زجاج آئینہ قلوب و مشکات قوالب مین تابان و درخشان ہے بلحاظ سراج وہ ایک ہے اور
بلحاظ زجاج وہ متعدد و مختلف مولانا ئے روم فرماتے ہین کہ روح ہیکے دان وتن گشتہ عدد صد ہزار
ہیچو کہ بادام ہا با صفت روغنی - پس جس نے اس کو عالم زجاج سے جانا وہ اس کے تعدد
حدوث کا قایل ہوا اور جس نے اس کو عالم سراج سے جانا وہ اس کے قدیم اور واحد اور لازوال
ابدی و سرمدی ہونیکا قایل رہا - اعیان کہ جن کی خلقت شانِ امر سے ہے وے دوسرے ہین
اور نفوس کہ جن کی خلقت خاص اون کے ید قدرت سے ہے وے دوسرے ہین - خدا کو دیکھہ
کہ تعریف روح انسانی مین کیا فرماتا ہے جبکہ ملایک مقرب نے اوس سے یہہ سوال کیا تھا
کہ آلٰہی جب تو نے دنیا بنی آدم کے لئے سکونت کی جگہہ کی ہے تو عاقبت ہمارے لئے
رکھہ تاکہ اہل دنیا ہمکا اوس مین گذر نہ ہو تو خدا فرماتا ہے فاوحی اللہ الیہم انی لا اجعل
من خلقت بیدی کمن خلقت لہ کن فیکون یعنے وہ کہ جن کو مین نے خاص
اپنے ید قدرت سے ظاہر کیا وے ایسے نہ ہونگے جو اپنے وجہ امر سے ظاہر ہون - اسی
کیلئے صوفیا کرام کا قول ہے الروح لم یخرج من ذل کن لانہ خرج
من کن فکان علیہ ذل قیل من ای شیئ خرج قال من بین جلالہ وجمالہ
سبحانہ بملاحظہ الاشارہ وخصہا بسلامہا واحیاہا بکلامہا فہی معتقہ من ذل
کن یعنے روح مثل اور مخلوق کے نہین ہے جو تحت کن واقع ہو بلکہ وہ مخصوص بسلام اور
حی بہ کلام ہے - وہ بہ تو جلال و جمال ہے جو بملاحظہ اشارہ بجز اوس عکس جمال و جلال کے
کچھہ اور ظاہر نہ ہوا ایس جب یہہ کسی محل صاف مین ہوتی ہے تو بجات اس کا عین جلال و
جمال نظر آتا ہے اور مراد سلام سے یہی ہے کہ سلامتی عکس بجز صفائی محل کے ناممکن ہے

اور جب نطق عکس شخص سے ملا ہوا ہے تو خطاب احیا یا بکلامہ صادق ہے - اور جس کی یہ کیفیت
ہو وہ قول کن سے آزاد ہے ارواح ملایک بھی اسی لحاظ سے وجوداً امر اللہ میں داخل
ہین - ارواح انسانی بوجہ ید تصرف صورت تجلی ذات ہے اور اس کی نسبت ارواح
ملایکہ کے ساتھ ایسی ہے جیسے ستارون کو چاند کے ساتھ نسبت ہے کیونکہ چاند اگرچہ مترتبہ
ظہور مین متفاوت ہے یعنے جب وہ ناقص ہوتا ہے تو ہلال کہلاتا ہے اور جب وہ کامل ہوتا
تو بدر کہلاتا ہے لیکن ان ہر دو حالتون مین اوس کے لئے ترقی ہے اور ستارہ ایک ہی نور پر ہین
اور یک یہی وجہ اون کا ظہور ہے اسی لئے وہ وید آفتاب سے دور ہین پس ملایکہ کی حالت
بھی یہی ہے کہ وے ترقی سے محروم ہین - خود خدا بحق جبریل علیہ السلام وما منا الا لہ مقام معلوم
فرماتا ہے اور دید و رویت آلہ سے بے نصیب ہین کیونکہ آفتاب کے دید و ستارون کے
لئے ایک آفت ہے پر چاند اگرچہ بخود روشن نہین ہے لیکن جو کچھ اوس کا نور ہے وہ نور آفتاب
ہے یہی حال انسان کا ہے کہ وہ آئینہ عکس الٰہ ہے اور جو کچھ اس مین تابان ہے وہ نور الٰہ ہے
انا من نور اللہ والخلق من نوری سے اس کا ثبوت ہے -

حقیقت روح سے سوال اور اوس کا یہ جواب کہ یہی سائل و مسئول ہے ایک ایسا سر
راز ہے جو قل الروح من امر ربی کی تفسیر کرتا ہے جو اس پر واقف نہ ہوا وہ شناخت
روح سے محروم رہا - پس روح حقیقت انسانی ہے اور آئینہ عکس الٰہ ہے بوجہ اس حقیقت کے
وہ ان اللہ خلق آدم علی صورت الرحمن ہے - خدا جسطرح پنہان بالذات پیدا بآثار ہے
اسیطرح روح بالذات مستور و باحکام و آثار مشہود ہے - جسم بتعلق روح تصرف سبعہ صفات
الوہیت کا قابل ہے اور جب یہہ تعلق نہ ہو تو وہ تصرف نہی زایل ہے خدا جسطرح نہ درون عالم
اور نہ بردن عالم اور نہ متصل و منفصل ہے یہی حال روح کا بھی ہے خدا جسطرح ان اللہ علی کل

تحتیٰ محیط ہے سیلج اس کا حافظہ بھی ہے اور اس کے لئے ایک ایسی قوت ہے کہ ہزار در ہزار صورت تمثیل مین ظاہر کرتی ہے الارواح جنود مجندہ عجب خدا اللہ کہ انبیا قوہ لو فنماو جہ اللہ حضرت مسعود بیک صاحب نے حقیقت روح انسانی مین جو مثنوی فرمائے ہین اوس کو ہم بغرض توضیح ذیل مین نقل کرتے ہین۔

وہو اہذا

مثنوی حضرت مسعود بیک صاحب قبلہ

مثال روح از نور خدا ایست — نہفتہ در ردائے کبریا ایست

وجودش را حیاتے دان مجسم — بلوح صورت او را اسم اعظم

نقش از قدرت دل از ارادہ — ز علمش جان وز آتش غیر مادہ

نہ چشم او را ولے پیوستہ دیدن — نہ گوش او را ولے دایم شنیدن

زبانش نے ولے گوید سخنہا — بکارند ہمہ تنہا بہ تنہا

اگر گویم بشر عقلم بخندد — وگر گویم خدا نے دل پسندد

خدا را صورت مار است معنی — بہر وجہ دیگر دارد تجلی

نباید حاجبے و شاہ باشد — بہر جہے ہر او را راہ باشد

جمال او نہان از چشم ادراک — کنی ہر حس تصور او ازان پاک

چو امر و خلق را کن ربط دادہ — بغیر مادہ قدرت بزادہ

ز شہرستان جمعش نا زمین است — نہ او از آسمان و نے زمین است

جہان عشق را معشوق دان

بخالق خاص تر مخلوق او دان

باب ۲

حقیقت کلام معنوی

یعنے

معنی وحی ۔ الہام ۔ وسوسہ

آمر ایک کلام ہے اور کلام اوس کا غیر مخلوق لا فانی ازلی و ابدی اور غیر منقطع ۔ عجب کلام کہ جس مین نہ حروف و اصوات لیکن ہر معنے بر معنے قایم اور دال بر ذات ۔ کلام صفت ذات ہے اور قوالب و اشباہ مظہر تجلی کلام ہین ۔ اس کا وجود وکلم اللہ موسیٰ تکلیما سے ثابت اور اس کا قدیم اور غیر مخلوق ہونا حدیث القرآن کلام اللہ لیس بمخلوق سے متحقق ۔

اہل اعتزال کو جانے دیجیے کیونکہ وہ کلام کو صفت ذات نہین لیتی بلکہ فعل کی صفت شمار کرتے ہین اور اون کا قول ہے کہ قرآن مخلوق اور کلام بے حروف و اصوات کے ناممکن ہے اور حروف و اصوات مین تبعیض و تکرار انصراف و انقطاع جایز اور یہہ کلام قدیم کے منافی اس لئے کلام صفت ذات نہین ہے ۔ لیکن یہہ خیال صحیح نہین ہے کیونکہ کلام کی حقیقت اوس کا معنے ہے نہ اوس کے حروف نہ اوس کے اصوات ۔ حروف و اصوات بمنزلہ آلات ہین جن سے وہ معنے ظاہر ہوتے ہین

بغیر معنے کے نہ آلات کا وجود رہسکتا ہے اور نہ بغیر آلات کے معنی کا شہود ہو سکتا ہے
حروف و اصوات کو زبان سے تعلق ہے اور معنی کو خاص ذات سے نسبت
ہے اسی لئے کلام لسان کلام جنان کی دلیل ہے - کیونکہ جسطرح عالم غیب مین حروف
و اصوات بضمن معانی مشہود ہین اسیطرح عالم شہادت مین معانی بضمن حروف و اصوات
موجود ہین - وہ کلام جنان ہے تو یہہ کلام لسان ہے - کسی کلام کا زبان پر شہود نہین
ہو سکتا جبتک کہ خیال مین اوس کا وجود نہ ہو اور یہ وجود بغیر قرات و کتابت اور
بغیر حروف و اصوات کے ہے اسی پر اجماع اہل اللہ و تابعین و تبع تابعین کا اتفاق ہے
امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فقہ اکبر مین فرمایا ہے کہ نص قران کو خدا نے
بے حروف و اصوات کے کہا اور جبرئیل نے اوس کو حروف و اصوات مین سنا
اور اونہون نے اوس کو جناب سرور کائنات پر عرض کیا اور آپنے اوس کو امت پر
تبلیغ فرمائے اور امت نے اوس کو مصحف مین لکھا غرض کہ اس کا ظہور مختلف صورتون سے
ہوا لیکن معنے سب کا ایک ہی ہے کوئی تفاوت نہین ہے جو روایت کہ امام محمد صاحب نے
امام ابی یوسف کو کی ہے اوس سے خود قرآن کے قدیم ہونے کا ثبوت ہوتا ہے
ناظرت ابا حنیفۃ فی خلق القران ستۃ اشہر فاتفق رای و رایہ بان
القرآن کلام اللہ غیر مخلوق - علما کچھہ ہی سمجہین لیکن محققین کے یہان خود
حق متکلم ہے وکلم موسی تکلیما - اور قوالب و اشباہ مظہر تجلی کلام ہین اور جو کلام ہے
اوس کے کلام پر دال ہے - کیونکہ تم خود غور کرو کہ انسان جو کچھہ کہتا ہے تو پہلے
اوس کی تجلی عالم غیب سے قلب پر وارد ہوتی ہے اور یہ تجلی بموافق اوس کے
فہم و ادراک کے ہے اس تجلی کے بعد پھر وہ اس فہم کو بصورت اصوات و حروف

زبان پر جاری کرتا ہے اور من بعد اپنے اس فہم کی تصدیق لوگون پر ثابت کراتا ہے
اور اوس کے اس فہم پر خود اوس کے حروف و اصوات دلالت کرتے ہین
جن کے تجلّی عالم حق سے ہے۔ پس یہی کلام کلام دل ہے اور دل اسی رابطہ کے
لحاظ سے لسان اللہ ہے اور لسان دلیل دل ہے۔ او با ہمہ در حدیث گوش ہمہ
او با ہمہ در حضور چشم ہمہ کور۔ کلام ہی نے تمام عالم مین وجود بخشا۔ انما قولنا
لشیٍٔ اذا اردناہ ان یقول لہ کن فیکون۔ اور اس کا وجود خود اس کا
شہود ہے کیونکہ شہود محبوب یا خطاب مین ہے یا عتاب مین اور یہہ دونون داخل
کلام ہین اور اس مین شہود تمام ہے۔ اگر حقیقتاً دیکہا جاوے تو اوس کا کلام حیات
قلب و قوت روح ہے۔ یہی کلام تہا جو بطن مریم مین پڑا اور اوس کو خدا نے
اپنی روح کے ساتہہ نسبت دہی وکلمۃ القاہا الی مریم وروحٌ منہ اسی لئے
روح انسانی مخصوص بہ نطق ہے الانسان سری وانا سرّہ سے انسان کی صورت
کلام اللہ پر ہے۔ اور الست بربکم قالو بلیٰ سے اوس کے نطق کی شہادت
ہے۔ تمام صور علمیہ جب ایک ہی کلمہ کُن سے ظہور مین آئے تو کون اوس کے کلام
نا متناہی پر واقف ہو سکتا ہے اسی لئے لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم
وارد ہے۔ وہ الست بربکم کہا تو یہہ قالو بلیٰ جواب دیا وہ کن کہا تو یہہ فیکون ہوا
اپنی بات اپنے محرم کو سناتے ہین جو اپنا راز دان ہو اس سے بڑہکر اور کیا
راز ہو سکتا ہے وہی متکلم وہی مستمع اور اوس کا کلام نا متناہی قل لو کان البحر
مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ
مدداً۔ کلام اوس کا بغیر اوس کی سماعت کے نہین سن سکتے اور جمال اوس کا بغیر

اوس کی بصارت کے نہین دیکھہ سکتے سمعه الذی سمع به و بصره الذی
یبصر به یہہ جو متکلمین کا خیال ہے کہ کلام اوس کا مسموع نہین ہو سکتا تو اس سے اونہوں نے
کلام نفسی مراد لیا ہے جو بلا حروف و اصوات کے ناممکن ہے۔ اور وہ سماعت مین نہین آسکتا
اس سے مذہب اعتزال کی بھی تائید ہوتی ہے جن کا یہہ قول ہے کہ بے حروف
و اصوات کی تعقل محال ہے۔ لیکن محققین کا یہہ کہنا ہے کہ کیا اللہ تعالی اپنے کلام کا سامع
نہین ہے اگر نہین تو قرآن و حدیث کے خلاف اور موجب کفر ہے۔ امام صغار کا
قول ہے کہ من قال ان کلام اللہ لیس بمسموع لہ فهو کافر۔ اور خود اس آیہ
قرآن سے ثابت ہے کہ لیس کمثله شئی وهو السمیع علیم۔ وہ خود سامع ہے اور
دوسرون کو بھی سماعت بخشتا ہے جیسے موسیٰ نے اوس کے کلام بے کیف کو سنا
اور عین کلام ہوئے یہان تک کہ اون کے ہر اعضا سے اس کی شہادت ملی اور یہہ
احاطہ کلام ہے اس وقت صاحب سماعت کے لئے دال عین مدلول اور مدلول عین دال
ہے اوس کا کلام ہمارے روح و قلب سے ملا ہوا ہے اور غیر منقطع۔ اگر ایک لمحہ بھی وہ اپنی
فیض بخشی نکرے تو نہ روح کا وجود رہسکتا ہے اور نہ قلب کا شہود۔ اوس کا کلام بے
کیف گویائی قلب سے معلوم ہوتا ہے۔ قلب بالذات نظرگاہ حق و لطیفہ ربانی ہے
اور اوس کو ساری حواس کی قوتون کے ساتھہ پوشیدہ راز اور معنون نطق ہے
اور اسی لئے اوس کے اندرونی حواس اوس امر کو جس پر اوس کی خواہش ہو بذریعہ
اعضا و قوت سے فعل مین لاتے ہین یہان تک کہ ارادہ فعل کے ساتھہ مقترن
ہو جاتا ہے پس خدا کو بھی ملائکہ آسمانی و زمینی کے ساتھہ اسیطرح بلا حروف و صوت
کے کلام ہے اور روے تمام ملایک اوس کے قضا پر راضی اور بسر بکار ہین اور تمام سمع

بیدار ہیں جس کو یہ بھید ملا اوس کا دل کلام بے کیف کے نور سے منور ہوا
اور جس کو اس کلام پر شعور ہے وہ زحمت حروف و اصوات سے دور ہے ۔
وما ینطق عن الہوا ان ہو الا وحی یوحی اس کا راز ہے آنکھ میں
سیاہی و سفیدی اور نور ہر سہ شامل ہیں لیکن مقصود صاحب نظر کے لئے
صرف نور ہے جس سے اشکال مختلف معلوم ہوتے ہیں۔ پس قرآن کی مثال مثل
انسان کی آنکھ کے ہے جس کا ظاہر بجز بیاض و قرطاس سواد و حروف کے کچھ
نہیں ہے اور جس کا باطن محض نور ہی نور ہے۔ پس قرآن کی حقیقت مصحف میں
ایسی ہے جیسے نور بصارت سیاہی و سفیدی میں۔ اگر قرآن قدیم نہیں ہے تو
کیوں یہ حکم ہے کہ فاذا قرات القرآن فستمعوا له حتی یسمع کلام اللہ
ثم ابلغ مامنه حروف عین سیاہی نہیں ہیں کیونکہ اگر عین سیاہی ہوں تو کسی
دیگر رنگ سے لکھے ہی نہیں جا سکتے تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے پس سیاہی اور شے
ہے اور اصل حروف اور شے ہیں۔ بے لون و بے کیف وہی اصل حروف ہیں جو
لوح علم قدیم میں منقوش ہیں لیکن جب یہ لکھے جاتے ہیں تو رنگ آمیز ہوتے ہیں
اور یہی حال جمیع اشکال عالم کا ہے کہ وے تمام علم اللہ میں موجود و قدیم ہیں اور
بوجود و صورت مشہود حادث ہیں۔ ہر کلمہ جو لوح علم قدیم سے ظہور چاہتا ہے تو
وہ بحروف طبیعت ظاہر ہوتا ہے حروف طبیعت محققین کے یہاں مفقود اور
کلمہ حقیقت مشہود ہے جیسا کہ افی اللہ شک فاطر السموٰت والارض ۔
اجعل الالہۃ الٰہا واحدا ان ہذا لشئ عجاب سے ظاہر ہے حقیقت نطق
انسان کے لئے بہتر لفضل ہے جو دیگر اجناس سے اوس کو جدا کرتا ہے الا یہ

وہ فیض ہے جو حق سے سِر - اور سِر سے روح - اور روح سے دل - اور دل سے قوّتِ حق
بغیر کسی انقطاع کے نزول کرتا ہے - اور بعد ہر چیز موجب اپنے اپنے استعداد کے
اوس کو قبول کرتی ہے ورنہ اوس کا فیض سب پر مساوی ہے کیونکہ باران کہ در لطافتش
طبعش خلاف نیست - در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس - ہر ایک کا مختلف استعداد ہے
پس اگر کلمہ بے کیف وکلمتہ القاہا الی مریم وروح منہ من شجرۃ مبارکۃ
زیتونۃ - سے بر آمد ہو تو سبحانی ما اعظم شانہ وانا الحق اور کیا پیدا ہو - یہی حال
ظہورِ معنی قدیم کا ہے صورِ حادث مین کہ تمام عالم اوس کے آیات ہین اوس کے نشانیاں
ہین اور تمام ایک کلمہ ہے حروف وصورت کے ساتھہ مکتوب اور معنے اس کلمہ کا
روح ہے -

پس ہر کلام ہمارے حواس ظاہری کے وساطت سے حواس باطنی تک پونہچتا ہے اور
سب سے پہلے ہمارے جسمانی کان اوس کو سماعت کرتے ہین اور پہر روحانی اور
پہر ظلمانی اور پہر نورانی اور اسیطرح انسان ان تمام سے حظ حاصل کرتا ہے - ہین
جو کلام یا تجلی رویت یا مشاہدہ یا ذوق سے حاصل ہوتی ہے وہ پہلے نور اور نور سے
ظلمات اور ظلمات سے روح اور روح سے گوش جسمانی تک پونہچتی ہے - پس وہ
کلام جو عالم نور مین ہو اوس کو راز کہتے ہین اور وہ کلام جو عالم ارواح مین ہو
اوس کو الہام کہتے ہین - اور وہ کلام جو قلب پر ہو اوس کو اشارت کہتے ہین -
اور وہ کلام جو نفس پر ہو اوس کو بشارت کہتے ہین - اور وہ کلام جو جسم پر ہو
اوس کو ہاتف کہتے ہین - اب ہر ایک کے جدا جدا آوار اور تری تری
کیفیت سے اس کی لذات سے وہی واقف ہے جو اسکا رازدان ہو - ورنہ

قادیانی الہام تو دن رات ہر ایک شخص پر وارد ہوتے ہین لیکن یہہ تعریف
الہام مین داخل نہین ہین بلکہ وسواس وخطرات نفسانی وشیطانی ہین کسی محقق کے
پاس یہہ الہام نہین ہے کہ پتھر کو خواب مین بہنس بنادیا اور گاہی کو خواب مین پتھر
کر دیا یا خواب مین قرآن ہین۔ انا انزلناہ قریبا من القادیان دیکھا
اور صبح کو کچھ نظر نہ آیا۔ یہہ اوہام وسواس ہین جو ہر شخص کے لئے ہو سکتے ہین ایک
اچھا معبر اس کی عمدہ تعبیر کر سکتا ہے۔ یہہ نہ پیشین گوئی ہے اور نہ الہام۔ کیونکہ قابل
کلام وجود نورانی ہے اور قابل دیدار روح قدسی ہے جو شخص کہ روح اعظم وروح قدسی
وروح الروح تک نہ پونہچا وہ اس کے لذات وآواز کو کیا جان سکتا ہے پس قابل دیدار
روح قدسی ہے اور قابل کلام وجود نورانی ہے القلب بین الجسم و
الروح۔ والنور بین الروح والذات۔

کلام معنوی کے مدارج ہین ایک وحی ہے۔ دوسرے الہام ہے۔ تیسرے
اجتہاد ہے۔ چوتہے وسوسہ ہے۔ وحی یقین کامل کا نام ہے جس کو نفس مطمئنہ
سے تعلق ہے۔ الہام یقین ناقص ہے جس کو نفس ملہمہ سے علاقہ ہے۔ اجتہاد
ظن کامل ہے اوس کو نفس لوامہ سے تعلق ہے۔ وسوسہ ظن ناقص ہے اسکو
نفس امارہ سے علاقہ ہے۔ اجتہاد کا مرتبہ وسوسہ والہام کے درمیان ہے اور
اس مین ہمیشہ احتمال خطا رہے۔ کیونکہ المجتہد یخطی ویصیب وارد ہے
اگر نور الہام اجتہاد مین اثر کرے تو یصیب ہے ورنہ اگر ظلمت وسوسہ پر تو
فگن ہو تو یخطی۔ الہام کا مرتبہ اجتہاد وحی کے درمیان ہے اگرچہ اس مین خطاء کو
گذر نہین لیکن حجت واستدلال سے اس مین دخل دیا جاتا ہے اس لئے

اس کے یقین میں نقص ہے اور اگرچہ کہ اس کا جوہر بھی جوہر وحی سے ملا ہوا ہے
اور اس لئے الہام اولیاء مثل وحی قابل حجت ہے لیکن اس کے اجتہاد میں احتمال
خطاء ہے پس یہ یقین میں ناقص ہے بخلاف اس کے وحی کمال یقین کا نام ہے
جس میں کبھی ظن کو دخل نہیں ہو سکتا۔ پس اجتہاد اثر علم الیقین ہے جو ظن کامل ہے اور
الہام عین الیقین ہے جو عالم کشف سے متعلق ہے۔ اور وحی حقیقت حق الیقین ہے
اور جس کی صفت حبل المتین ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔
ہر کلام کے جانچ کے لئے قرآن ایک کسوٹی ہے جو کلام قرآن کے موافق ہو وہ
الہام ہے اور جو اوس کے مخالف ہو وہ وسوسہ ہے۔ اجتہاد کی مثال مثل اوس صبح کے
ہے جو آفتاب سے جس قدر قریب ہو روشن تر ہو اور جس قدر بعید ہو تاریک
تر ہو پھر صبح اول جو شب سے قریب ہو کاذب ہے اور صبح دوم جو دن سے قریب ہو
صادق ہے۔ یہی حال اجتہاد کا ہے کہ وہ بلحاظ قرب وسوسہ متحمل خطاء ہے اور
بلحاظ قرب الہام مصدر صدق ہے۔ الہام عالم کشف سے ہے اور خطاء و کذب کو
اوس میں گذر نہیں ہے کیونکہ العین الصادق والسمع الکاذب
ایک مشہور مقولہ عرب ہے الہام کی مثال مثل اون ذروں کے ہے کہ جس میں نور آفتاب
نزول کرتا ہے اسی کو صوفیاء کرام خطرات رحمانی سے موسوم کرتے ہیں۔ الہام
بہ نسبت وحی کے خوف و ستر و حجاب و سلب رکھتا ہے اور واجب العصمت
نہیں ہے مگر اوس وقت جبکہ نور وحی کا اوس میں اثر ہو تو اوس وقت بموجب
اجتہاد ستر و حفاظت لازم ہے۔ وحی عالم نور سے ہے اور الہام و اجتہاد کے تمام
آثار کو اوس سے ظہور ہے اور اس کا کشف خوف و ستر سے آزاد ہے کیونکہ یہ

یہہ تجویز پیدا ہے اور جب تجویز پیدا ہوا اوس کو کوئی چیز ساتھ نہیں ہو سکتی - پس
وحی حقیقت کلام ہے اور الہام اوس کا عین اور اجتہاد اوس کا اثر اور وسوسہ
اوس اثر کا اثر ہے - وسوسہ حدیث نفس ہے - اور اجتہاد فتویٰ قلب - اور الہام
امر روح - اور وحی کلام حق - اور یہہ تجلی کلام ہے جو حق سے سِر اور سر سے روح اور
روح سے دل اور دل سے نفس تک بے انتقال نزول کرتا ہے - اگر ایک لمحہ بھی اس کا
فیض منقطع ہو تو نہ روح کا وجود رہ سکتا ہے اور نہ قلب کا شہود - پس جو کلام کہ حق سے
سِر کو پہنچے وہ وحی ہے اور جو کلام کہ سر سے روح کو پہونچے وہ الہام ہے - اور جو کلام کہ
روح سے دل کو پہنچے وہ اجتہاد ہے - اور جو کلام کہ دل سے نفس کو پہنچے وہ وسوسہ ہے
جیسے یہہ اصول ہے کہ کوئی شے نہ بھلی ہے نہ بری بلکہ ہر چیز کو اوس کے خارجی حالات
و انشا شے بری یا بھلی کر دیتے ہیں اسی طرح اون تمام خطرات کا حال ہے جو قلب انسان
پر وارد ہوتے ہیں کیونکہ یہہ بھی فی نفسہ اچھے ہیں نہ برے بھلائی و برائی بھی ان کی
جس کو خیر و شر کہتے ہیں قلب کے انقلابات سے متعلق ہے - اگر قلب صفات روح
متصف ہو تو تجلی ذات بصورت خطرات خیر ظاہر ہوگی ورنہ اگر یہی قلب صفات
جسم متصف ہو تو تجلی ذات بصورت خطرات شر ظاہر ہوگی اور اسی لئے خیرہ و
شرہ من اللہ تعالیٰ ہے - کیونکہ قلب روح و جسم کے درمیان ایک برزخ واقع ہے
کسی چیز میں ایسی وسعت نہیں ہے جیسے اس میں خدا نے رکھی ہے یہہ بالذات
نظرگاہ حق و لطیفہ ربانی و قطرہ دریائے روحی ہے انسان کے قالب میں اگر یہہ چیز
نہ ہوتی تو کبھی روح و جسم کا جو بظاہر ایک دوسرے سے متباین ہیں اتصال ہی نہ ہوتا
پس بلحاظ برزخ ہونے کے اس کی طبیعت میلانات کی طرف مائل ہے جہاں خدا امر پہنچے

اور نہ نفی پر نا ہی اور یہی اوس کی عین طبیعت ہے اب پھر جسطرف اس نے توجہ کی
اوس کا ہمرنگ بنکر پیہم تو اخر وہ عادت سے وہی شئے بن جاتا ہے جس کی خو بو
مین وہ ایک مدت تک رہا ہے اگر صفات روح سے متصف ہو تو اوس کے احکام و
آثار لیگا اور اگر صفات جسم اربعہ عناصر سے متصف ہو تو اوس کے احکام و آثار لیگا۔
بہر حال اس کے ایسے انقلابیت ہی کی وجہ سے اس کا نام قلب رکھتے ہین ۔ پس ہر
تجلی جو قلب پر وارد ہوتی ہے وہ عین نور ذات ہے اب قلب اوس کو بمناسبت
اپنے انقلابیت کے ظاہر کرتا ہے جسطرح کہ نور چراغ مختلف رنگ آمیز شیشون مین
گوناگون معلوم ہوتا ہے اور ہر شیشہ مختلف رنگ کا ہے جو بمناسبت اپنی قابلیت
کے اوس نور کا عامل ہے لیکن جب وہ نور اس سے ظاہر ہوتا ہے تو بمناسبت
قابلیت اوس شیشہ کے ظاہر ہوتا ہے یہی حال اوس کلام بے کیف کا ہے جو
عین تجلی نور ذات ہے جب وہ قلب پر وارد ہوتا ہے تو بصورت خیر و شر ظاہر ہوتا
ہے ورنہ ہر خطرہ خیر محض ہے نہ خیر ہے نہ شر یہ خیر و شر کے صفات اوس کو بوجہ رنگ
آمیزی شیشہای قلب لاحق ہوتی ہے کیونکہ اگر قلب روح سے جنسیت پیدا کرے
تو صفات خیر اوس سے ظاہر ہونگے اور ان خطرات کا خطرات خیر نام ہوگا اور
اگر قلب کثافت جسم سے جنسیت پیدا کرے تو صفات شر اوس سے ظاہر ہون گے
اور ان خطرات کا خطرات شر نام ہوگا ۔ پس اگر قلب نفی پر متوجہ ہو تو یہ تجلی
کو بصورت خطرات شیطانی پیدا کریگا اور اگر امر امر پر مامور ہو اور اوس پر
طلب و شوق پیدا کرے تو تجلی بصورت خطرات ملکی ظاہر ہوگی اور اس کو نفس
ملہمہ سے علاقہ ہے اور اگر مباحات پر میل کرے جو اوس کی عین طبیعت ہے تو تجلی

ذات بصورت خطرات نفسانی ظاہر ہوگی اور اس کو نفس لوامہ سے تعلق
ہے - اور اگر بوجہ عشق مطلوبیت ذات پیدا کرے اور اس سے اوس کی گردش کو
سکون و اطمینان ہو تو تجلی ذات بصورت خطرات رحمانی ظاہر ہوگی اور اس کو
نفس مطمئنہ سے علاقہ ہے - اب ہر خطرہ چاہئے خیر ہو یا شر دو جہت ہوگا یا تو وہ قلب
مین ثابت ہوگا یا آمد و رفت رکھے گا اگر خطرہ شر قلب مین ثابت ہو تو خطرہ شیطانی ہے
اور اگر صرف آمد و رفت رکھے تو خطرہ نفسانی ہے اسیطرح خطرہ خیر اگر ثابت ہو تو خطرہ
رحمانی ہے اور اگر آمد و رفت رکھے تو خطرہ ملکی ہے - خطرات شیطانی اثر وسوس
ہین اور خطرات نفسانی اثر اجتہاد اور خطرات ملکی اثر الہام اور خطرات رحمانی اثر
وحی ہین - امام قشیری کا بھی یہہ بیان ہے کہ - الخواطر یرد علی الضمایر وقد یکون بالقاء
الشیطان و قد یکون حدیث النفس وقد یکون من قبل الحق سبحانہ تعالی فاذا کان من قبل
الشیطان فہو الوسواس و اذا کان من قبل الملک فہو الہام فاذا کان من قبل النفس فہوا
لہواجس - و اذا کان من قبل اللہ و القاہ القاہ الی خاطر فہو الحق وجملہ ذالک من
قبیل الکلام - پس خطرات صورتین ہین کلام بیکیف کے جو ہر محل مین بہ تجلی
دیگر علمی و علیحدہ نام سے موسوم ہین اگر نزول کلام بواسطہ نفس ہے تو ہاجس کہتے
ہین اور اگر بواسطہ شیطان ہے تو وسوسہ ہے اور بواسطہ ملک ہے تو الہام ہے
اور اگر بواسطہ حق ہے تو وحی اور خاطر حق ہے - پس ہر جہ آید در دلم غیر تو نیست
یا توئی یا بوی تو یا خوی تو -

باب (۳)

روح وجسم کا تعلق اور جسم وروح کی باہمی نسبت

طبیعت میں جیسے حقیقت پوشیدہ ہے۔ موم میں جیسے نرمی محیط ہے پھول میں
جیسے بو پیدا ہے اسیطرح روح کا جسم میں ظہور ہے پس جسم کی مثال مثل طبیعت کے
ہے جو اربعہ عناصر سے مرکب ہے۔ اور حقیقت کی مثال مثل روح کے ہے جو صفات
الوہیت متصف ہے۔ صفات الوہیت حیات۔ علم ارادہ۔ قدرت بواسطہ روح
جسم میں موثر ہیں اور جسم اس سے متاثر ہے اور اوتعالی ان سب پر واللہ
من ورائہم محیط۔

احاطہ روح مثل اوس خوشبو کے ہے جو پھول کے ہر ہر جزو لاتیجزا پر محیط ہے
اور صفات روح مثل اوس نرمی موم کے مشابہ ہیں جو کبھی اوس کی ذات سے

جدا نہیں ہو سکتے۔ جسم روح کا مرکب ہے اور روح صفات الوہیت سے اوس پہ متصرف ہے۔ بہر تخم مین جیسے برگ و شاخ و گل و میوہ پوشیدہ ہین اسیطرح روح مین صفات الوہیت پنہان ہین۔ ظہور ان صفات کا نہ ہوتا اگر وہ تخم زمین قالب انسانی مین نہ دفن کیا جاتا جسم بظاہر منفصل مگر بمعنے متصل ہے۔ صورت جسم اگرچہ اربعہ عناصر آب و خاک آتش و باد سے مرکب ہے مگر بمعنے حیات۔ علم۔ ارادہ۔ قدرت سے متصف اور یہ وجود علم نور شہود سے مشہود و معبر۔ صورت خاک بظاہر اگرچہ مکدر مگر معنًا و اشرقت الارض بنور ربہا سے منور ہے۔ باد اگرچہ صورتًا ہوا مگر معنًا لاتسبوا الریح فانہ من نفس الرحمان سے موصوف۔ نار اگرچہ کثیف مگر معنًا وجعل لکم من شجر الاخضر نارًا سے معبر۔ آب اگرچہ کثیف مگر معنًا وجعلنا من الماء کل شئی حیا۔ وکانہ عرشہ علی الماء سے موصوف پس روح ایک سراج اللہ نور السموٰت والارض اور قوالب و اشیاء اوسکے ہزار در ہزار زجاج ہین جن مین اوس ایک سراج کا عکس تابان ہے جسم بمنزلہ اوس کے محافہ کے ہے جو اوس چراغ پہ ڈھکا ہوا ہے۔ اگر جسم لطیف کر لیا جائے تو روشنی چراغ جو اندرون محافہ ہے اوسیطرح بیرون محافہ بھی محیط ہو گی جسطرح کہ اندرون محافہ ہے ورنہ اگر کثیف ہی کثیف ہے نور روشنی چراغ اندر ہی جذب رہے گی اور باہر اوس کا باحکام و آثار متصف ہوگا جیسے ایک روشن چراغ پر دبیز کپڑا پہنانے کے بعد حالت پیدا ہوتی ہے۔ پس روح کی نسبت قالب کے ساتھ ایسی پوشیدہ ہے کہ اگر اوسکا راز

کھُل جاوے تو قالب عین روح ہو جاتا ہے جیسے عالم خواب مین ہمارا جسم مثالی ہمارے لئے ایک روح کی مثال ہے جس کو ہر جگہہ سیر و طیر ہے اور خرق و التیام نہیں ہے پس قالب تمثیل روح اور روح تمثیل رب ہے جس کا ثبوت اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ان الارواح جنود مجندہ و جنود من جند اللہ لیسو بملائکۃ و لھم روس و ایدوا رجل اور یہ تمثیل روح و قالب کی ہے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ تمثیل ذات بروجہ روح ہے اگر اللہ تعالی شانہ اپنی وجہ ربوبیت کو قالب انسان مین نہ کتا تو کبھی اوس کی معرفت نہ حاصل ہوتی اور وہ کبھی اپنی معرفت پر بار بار تاکید نکرتا کہ تم میرے آیات پر غور کرو اور تم میری نشانیوں پر فکر کرو اور میرے اخلاق کو حاصل کرو اور مین تم سے تمہاری رگ گلو سے بھی زیادہ نزدیک ہون جسم مظہر الوہیت ـ مثال مظہر وحدت ـ روح مظہر ذات ہے ـ تجلی ذاتی مرتبہ وحدت (حقیقت محمدی) مین اعتبارات وجود علم ـ نور و شہود سے معبر اور یہی اعتبارات مرتبہ الوہیت (حقیقت انسانی) مین بصورت حیات علم ـ ارادہ ـ قدرت سے متصف و منفصل ـ اور حیات و علم و قدرت وغیرہ مرتبہ ارواح مین نفس کل طبیعت کل جوہر ہبا ـ شکل کل سے موسوم اور یہ عالم اجسام میں آب و آتش خاک و باد کی صورت سے ظاہر پس حقیقت روح بظاہر نفس کل طبیعت کل جوہر ہبا شکل کل سے متحقق اور بباطن تجلی ذات اور حقیقت جسم بظاہر اربعہ عناصر مگر بباطن صفات الوہیت سے متصف اور یہی فرق ہے جسم و روح کی حقیقت مین کہ ایک شخص ہے اور ایک عکس اور آئینہ جسم ناقص

اگرچہ فنا ہوتا ہے مگر روح جو ابدی و سرمدی ہے باقی رہتی ہے اور فنا نہیں ہوتی
جیسے عکس آئینہ سے اگرچہ فنا پذیر ہوتا ہے لیکن وہ علم جو اوس سے متعلق ہوتا ہے
وہ مثل اثر سجود پیشانی پہ باقی رہتا ہے اور کبھی فنا نہیں ہوتا۔ پس جسم کی حیات
جان سے ہے اور جان کی حیات جانان سے اور اصلی عکس حقیقتاً عین شخص ہے کیونکہ
وہ نہ خود بخود ظاہر ہے اور نہ خود بخود منور اوس کا جو کچھ نطق و سکوت ہے اوس کا جو
کچھ حرکت و سکون ہے وہ شخص کے تابع ہے پس جب عکس کو شخص سے وجود ہے اور
شخص کو عکس سے شہود تو روح و جسم کا تعلق اور جسم و روح کی نسبت اس سے ظاہر ہے
اگر عکس عین شخص نہ ہوتا تو انا الحق و سبحانہ تعالی ما اعظم شانی کا کبھی ادعا نہ ہوتا قاعدہ ہے کہ
جب محل صاف ہوتا ہے تو عکس و شخص دونوں ایک معلوم ہوتے ہیں اور اسی تاقت کو
مرتبہ اول میں آحر کہتے ہیں پس روح کا ظاہر جسم اور جسم کا باطن روح ہے اور قلب
اس کا برزخ اور انسان ان سب کا جامع ہے اور اسی جامعیت کے لحاظ سے انسان
صورت رحمان ہے اور اس کی معرفت عین اوس کی معرفت ہے۔ کیونکہ اوس حقیقی
معنے کا بجز اس مجازی صورت کے ظہور ناممکن تھا انسان اگر ظلوم و جہول کا مصداق
نہ ہوتا تو کبھی بار امانت کا بوجھ بھی یہ نہ اٹھا سکتا امانت اس کی جامعیت و کمالیت
ذاتی ہے کہ جسکا اشارہ روح قدسی و روح اعظم و روح الروح و نفس رحمانی کے طرف
ہے اور ظلوم و جہول اوس کا جسم ہے کہ جس کی نسبت اس کے جسم عنصری کے
طرف ہے کیونکہ ظلوم ظلمت سے مشتق ہے نہ ظلم سے اور اس اشتقاق کی یہہ مناسبت ہے
کہ انسان کا ایک طرف ظلمانی و عدمی ہے اگر انسان کا ایک طرف ظلمانی و عدمی نہ
ہوتا اور ہر دو طرف محفوظ۔ بوجود ہوتے تو کبھی وہ وعلم آدم اسماء کلہا کا

مخاطب الانسان سرہ وانا سرہ کا محرم نہ ہوتا ایک تجلی علمی ہے اور ایک
تجلی ذاتی ہے اور انسان ان ہر دو تجلیات کا حامل ہے اور یہی امانت ہے کہ جس کا
قیام بغیر اس جسم ظلمانی کے ناممکن ہے اور غایت ظہور و کمال عرفان بھی یہی ہے
پشت آئینہ پہ اگر پارہ نصب نہ کیا جائے تو روشنی چراغ یا عکس شخص نظر نہیں آسکتا
یہی حال اوس روح قدسی کا ہے کہ اگر اوس پہ یہہ لباس عنصری نہ ہوتا تو کبھی اوسکا
ایسا ویدار ظاہری نہ ہوتا۔ کیونکہ روح کو عالم غیب میں بجز سبہ صفات الوہیت کے
اور کسی صفات کا علم نہ تھا اور نہ وہ اوس سے موصوف تھی لیکن اس کے یہہ معنے نہیں
کہ اوس میں کسی صفات کا اجمال نہ تھا بلکہ ہر شئے کی قابلیت اوس میں ضرور تھی اور
یہہ اجمال تفصیل کا محتاج تھا اس لئے وہ اپنے کمال عرفان کے لئے قالب خاکی میں
اکر قرار لیا۔ اگر بلا اعتبار صفات کنت کنز مخفی تھا تو باتصاف صفات فخلقت الخلق
لاعرف کا مصداق ہوا جس کا غایت ظہور و عین معرفت حضرت انسان ہے اور یہہ
جمیع کائنات کی روح وجان ہے اور تمام کائنات بمنزلہ اس کے جسم کے ہے اور
یہہ تمام کا اصل ہے اسی کو آدم مطلق نفس رحمانی وجود عام کہتے ہیں صاحب گلشن
راز کا قول ہے کہ ؏ جہان انسان شد انسان جہانی۔ ازیں پاکیزہ تر نبود بیانے۔
پس انسان کے جسم کی مثال مثل واجب کے ہے اور اس کے روح کی مثال مثل ممکن و
ممتنع کے ایک انسان کا ظاہر ہے تو دوسرا انسان کا باطن ہے جسم اس لئے واجب تھا
کہ روح کا ظہور بجز اس کے ناممکن تھا کیونکہ اوصاف روح بغیر اس کے ظاہر نہیں ہو سکتے
تھے جیسے سوکھی مٹی بغیر پانی کے گوندی نہیں جاتی اسیطرح روح کے اوصاف بغیر
اس جسم کے ظاہر نہیں ہو سکتے تھے اور جیسے عناصر اربعہ بغیر پانی کے قایم نہیں

رہ سکتے اسیطرح بغیر اس جسم خاکی کے تمیز نہین ہوسکتی اور نہ اوس کے احکام و آثار
معلوم ہوسکتے ہین۔ اسی لئے عالم شہادت مین روح اپنی صفات سے معلوم و محسوس
ہوئی اور یہی اوس کی کمالیت ہے کہ مطلق سے مقید ہوئی جاری سے مقیم نیا علوی سے
سفلی ہوئی یعنی کہ جس رنگ مین گئی اوس کے ہمرنگ ہوئی اور جابجا سے صفات
اس نے حاصل کئے پس اسی لئے انسان کا جسم خاکی شرف رکھتا ہے اس کا عنصر آب
بمصداق وجعلنا من الماء کل شئی حی دیگر عناصر پہ فیض بخش و فیض رسان ہے اور بلحاظ
اپنی اس قوت کے قوت و قابلیت میکائل سے مشابہ ہے انسان کی روح جاری بمنزلہ
حکمن ہے کیونکہ یہ خود بخود قایم نہین رہے گا ہے ہست ہے وگاہے نیست ہے روح جاری
اس قالب خاکی سے بالکل مشابہ ہے جو حالت خواب مین سیر و طیر کرتی رہتی ہے اور یہی روح
تھی جو روز میثاق الست بربکم قالو بلی کی جوابدہ تھی خلق الارواح من
قبل الاجساد سے بھی روح جاری مراد ہے اور یہ روح روح مقیم سے قایم ہے اور روح
مقیم روح قدسی ہے اور روح قدسی پر تو نور ذات ہے اور امر رب ہے اور
اس کا وجود خود بخود قایم ہے اسی روح جاری سے انسان کے جسم خاکی کو حرکت ہے
اور یہی وجود مشرق سے مغرب تک جنوب سے شمال تک تحت سے تحت تحت الثریٰ اور فوق سے
بالائے عرش تک محیط ہے اور بوجہ اس قوت کے قوت اسرافیل ع سے مشابہ
ہے اور یہ روح دایم بحرکت ہے اور اس کو ایک لمحہ قرار نہین ہے نہ خواب مین
نہ بیداری مین۔ تمام معاملات کا یہ تماشہ کرتی ہے اور اس کا تعلق قلب منیب سے ہے
اور قلب منیب کو نفس لوامہ سے علاقہ ہے انسان مین ایک روح ناطقہ بھی ہے اسکو

ممتنع الوجود کہتے ہیں - یہ روح ناطقہ روح قدسی سے کسقدر فرق رکھتی ہے
اور یہ فرق ایسا ہے جیسے آگ اور اوس کی حرارت میں فرق ہے اور یہ روح
پر تو روح قدسی ہے اور اس کا کام خطرات صوری و معنوی کے قبض کرنیکا ہے اور
بلحاظ اس قوت کے صفت عزرائیل سے مشابہ ہے اور یہ روح امور جزی و کلی
یہ ہر دو کا ادراک کرتی ہے اور اس کا باطن قلب سلیم ہے القلب السلیم لیس فیہ
سوای معرفت اللہ اور اس کو نفس مطمئنہ سے علاقہ ہے پس واجب الوجود
جسم خاکی ہے اور اس کو روح نباتی سے تعلق ہے اور یہ بمنزلہ و مشابہ قوت وقابلیت
میکائیل ہے - اور ممکن الوجود تن روحانی ہے اور یہ روح متحرک ہے جو مشابہ قوت
وقابلیت اسرافیل ہے اور ممتنع الوجود تن ظلماتی ہے اور اس کو روح ناطقہ سے
علاقہ ہے اور یہ مشابہ قوت وقابلیت عزرائیل ہے - اور عارف الوجود کو روح قدسی
سے تعلق ہے اور یہ بلحاظ قوت وقابلیت مشابہ قوت وقابلیت جبرئیل ہے
اور یہ جسم نورانی ہے اور نور نور محمدی قلب شہید کو اس روح سے علاقہ ہے - خلاصہ
یہہ کہ انسان کا جسم واجب الوجود ممکن الوجود و تن روحانی سے قایم ہے اور یہ روحانی
تن ممتنع الوجود تن ظلماتی سے قایم ہے - اور تن ظلمانی روح قدسی و احد الوجود سے
اور یہ احد الوجود بذات خود قایم ہے -

روح القدس اور اوس کے مختلف اعتبارات

جسم و روح کے تعلق معلوم ہونے کے بعد آپ کو یہہ معلوم ہو کہ روح سے مختلف صفات کے مختلف نام لئے ہیں مگر وہ حقیقتاً ایک ہے اور یہ اوس کے اعتباری مختلف حیثیات ہیں جو اوس کے وحدت ذاتی کو باطل نہیں کر سکتے۔ روح قدسی ہی ایک ایسی شئے ہے کہ جو روح اعظم روح الروح ابوالارواح و روح محمدی ہے اور یہ سب کا اجمال ہے اور تمام ارواح اس کی تفصیل ہیں اسی کو **نفس رحمانی و تجلی وامر و ذات بحث** کہتے ہیں اور اس کے ظہور کا نام **عالم امر و مرتبہ محمدی** ہے۔ اس نفس رحمانی کے کئی مختلف نام ہیں لیکن جدے جدے اعتبار سے۔ اگر بلا کسی اعتبار کے اس کا تصور ہو تو **ذات بحت** ہے۔ اگر بہ سلب و ثبوت قابلیات اعتبارات صفات بہہ معتبر ہو تو وحدۃ و **حقیقت محمدی** ہے

اگر بالاتصاف صفات الٰہی و کیانی متصف ہو تو الوہیت و حقیقت انسانی ہے

اگر صرف استعداد ظہور اعیان ثابتہ میں بخشے تو فیض اقدس ہے - اور اگر مناسبت
اعیان ثابتہ استعداد ظہور خارج میں بخشے تو فیض مقدس ہے - اور اگر خارج
میں ظہور کرے تو عالم امر ہے کہ جس کا باطن عقل اول و جس کا ظاہر قلم اعلیٰ ہے -
اہل سائنس اس کو تفصیل کہتے ہیں اور اگلے مشرقی فلاسفر اس کو اخراج مانتے
ہیں - اور صوفیائے کرام اس کو عالم امر و مرتبہ محمدی کہتے ہیں تمام محققین اسی بات کو مانتے ہیں
کہ جمیع معلومات اللہ بواسطہ عقل کل یعنے عقل اول ظاہر ہوئے ہیں اور ان سب کا
ثبوت نفس کل میں ہے - عقل اول مرتبہ جلی روح اعظم اور نفس کل مرتبہ ثبوتی روح اعظم ہے
عقل اول مصدر عالم معانی مجرد عن المادہ ہے اور نفس کل بجائے لوح محفوظ و ام الکتاب
واقع ہے - ایک نفس کل میں بمناسبت اعتبارات وحدت اسطرح تفصیل ہوئی کہ طبیعت
کل بمنزلہ اعتبار علم ٹھہری کیونکہ اس میں جمیع بواطن موجودات کی ظہور ہونے کی بالقوہ قابلیت
ہے - اور جوہر ہیولا بمنزلہ اعتبار وجود ہوا کیونکہ اس میں بالقوہ جمیع صور کے قبول کی قابلیت
موجود ہے - اور شکل کل بمنزلہ اعتبار نور ٹھہرا کیونکہ کمالیت ظہور نور اشکال پر موقوف
ہے اور جسم کل بمنزلہ اعتبار شہود ہوا کیونکہ کمالیت شہود جسم پر موقوف ہے پس
یہہ چار تفصیل روح اعظم کی مرتبہ ثبوتی کے اجمالی ہیں جس سے تمام موجودات کی قوت
و قابلیت اور تمام موجودات کی طبیعت اور تمام موجودات کے اشکال اور تمام
موجودات کے اجسام ظہور میں آئے یعنے تمام قوت و قابلیت عالم قوت و قابلیت
محمدی کی تفصیل ہے - اور تمام طبایع عالم طبیعت محمدی کی تفصیل ہے - اور تمام
اشکال عالم شکل محمدی کی تفصیل ہے اور تمام اجسام عالم جسم محمدی کی تفصیل ہے

اسی کو مرتبہ محمدی کہتے ہین اور عالم امر بھی اسی کا نام ہے اور چونکہ پھر اس مین
اجمال ہے لہذا اس اجمال کی تفصیل بجز حضرت انسان کے جمیع مخلوقات واقعہ
ہے جو تحت کن ہین اس کو عالم خلق کہتے ہین الا له الخلق والامر فتبارک
الله احسن الخالقین اور انسان مین کن ہے اہل فلاسفہ کے پاس بھی
عالم تفصیل کے چار ہی اقسام ہین ایک عقول عشرہ دوسرے نفوس مجردہ فلکیہ تیسرے
نفوس منطبعہ عالیہ چوتھے موجودات خارجی وذہنی اب صرف جو کچھہ اختلاف ہے
وہ الفاظ کا ہے یعنے اہل بیت عقول عشرہ کو قلم و نور و عقل کہتے ہین اور صوفیاء
کرام اس کو عقل اول یا عقل کل یا عقل محمدی سے تعبیر کرتے ہین نفوس مجردہ فلکیہ کو اہل شرع
لوح محفوظ کہتے ہین اور صوفیاء کرام اس کو نفس کل یا نفس محمدی شمار کرتے ہین غرضکہ
مال سب کا واحد ہے سب اسباب کو تسلیم کرتے ہین کہ تمام موجودات بواسطہ عقل
اول یعنے عقل محمدی ظاہر ہوئے ہین اور یہی تمام عالم معانی وعقول کا مصدر ہے
اور تمام عقول اس سے ناشی ہو کر تفصیل واقعہ ہین ہر عالم چاہے وہ غیب ہو یا عالم
شہادت سے ایک کتاب الٰہی ہے اور اوس کا ہر فرد افراد موجودات سے ایک
کلمہ ہے کلمات اللہ سے جو اپنے خاص معنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ تمام عالم
بطون سے بواسطہ عقل اول ظاہر ہوئے ہین جسطرح کہ جوہر وعرض و ماہیات عالم مین
اسیطرح حروف واعراب کتاب مین بمنزلہ دو حقیقت کے ہین اور جیسے عرض کا
قیام جوہر کے ساتھہ ہے اسیطرح اعراب کا قیام حروف کے ساتھہ ہے اور جیسے
موجودات جواہر و اعراض سے حاصل ہوتے ہین ایسے ہی کلمات حروف و
اعراب سے ظاہر ہوتے ہین پس کتاب عالم مین ہر عالم مثل ایک سورۂ خاص کے ہے

کہ جس کا اشتمال چند آیات پر ہے اور ہر آیت مختلف احوال و احکام پر مبنی ہے
پہلی آیت کتاب عالم سے عقل اول ہے جس کا مرتبہ بجائے بائے بسم اللہ کے ہے
اور دوسری آیت کتاب عالم سے نفس کل ہے جو حامل احکام تفصیلی ہے۔ اور
سب سے جو آخر آیت ہے وہ حقیقت انسانی ہے جہان تخلیق و معرفت کے عرض
تمام ہے۔ تمام ملایک جو عالم ارواح سے ہین خواہ وہ ملکوتی ہون یا ناسوتی پانچ
اقسام پر ہین۔ وہ جو مطلقاً اجسام سے تعلق نہ رکھتے ہون کیا بلحاظ تاثیر اور کیا بلحاظ
تدبیر اور ہمیشہ نور ذات مین مستغرق ہون ان کو ملا اعلی و مہیمہ کہتے ہین
اور یہ قسم اول ہے ان کی کثرت کی نہایت نہین ہے اور دوسرے عقول مجرد
ہین کہ وہ اجسام سے تعلق رکھتے ہین مگر صرف بہ تاثیر نہ بہ تدبیر ان کو ملایک جبروتے
یا ملایک مسخرہ کہتے ہین۔ اور یہ حجاب بارگاہ الوہیت ہین اور وسایط فیض ربوبیت
ان کے رئیس کو باعتبار اس کے کہ وہ حی بالذات ہے روح اعظم یا روح القدس
کہتے ہین۔ اور باعتبار اس کے کہ وہ متعقل بالذات تمام اشیاء کا ہے اس کو عقل
کہتے ہین اور باعتبار اولیت کے عقل اول اور باعتبار کلیت کے عقل کلی۔ اور
باعتبار اس کے کہ خود بے واسطہ کسی مخلوق کے ظاہر اور مظہر غیر ہے نور کہتے ہین
اور باعتبار اس کے کہ محیط جمیع اشیاء ہے امام الکتاب۔ اور باعتبار اس کے
کہ جمیع اشیاء اوس مین مفصلاً مثبت ہین لوح محفوظ۔ اور باعتبار اس کے
کہ صفحات نقوش پر یہ نقاش ہے قلم اعلی کہتے ہین۔ تیسرے نفوس مجردہ ہین جو
بغرض تدبیر و تصرف اجسام سے متعلق ہین ان کو ملایک ملکوتی کہتے ہین۔ کل
تدبیر اجسام نورانی و ظلمانی۔ طبعی و عنصری بسیطہ و مرکبہ کی اسی سے متعلق ہے

اس کے رئیس کو باعتبار کلیت نفس کل اور باعتبار ظہور تفصیل کتاب مبین اور باعتبار عدم تغیر و تبدل لوح محفوظ کہتے ہیں۔ اور یہ ملکوت اعلیٰ کے اقسام سے ہے۔ اور نیز حاملان عرش۔ و خازنان کرسی دارو غہ ہاے بہشت و دوزخ ساکنان سدرۃ المنتہی۔ مجاوران بیت المعمور۔ محرکان کواکب و سمٰوٰۃ اسی قسم سے ہیں بخلاف اس کے جو ارواح کہ ملکوت اسفل سے ہیں جیسے نفوس جزئیہ عنصریہ بسیطہ و مرکبہ و ملایک ابر و باد و بحار و اوراق و اشجار و محافظ بنی آدم و کاتب اعمال و معادن تو اس کو ملکوت اسفل کہتے ہیں۔ چوتھے نفوس منطبعہ عالیہ ہیں کہ جسکی وساطت سے تبدیل اجسام ہوتی ہے اور انتقاش صور جزئیہ مادیہ متغیریہ کا بھی اسی سے ہے اس کو روح جاریہ بھی کہتے ہیں اور روح سیلانی بھی اس کا نام ہے جو جو آب میں بہہ و طیر کرتی ہے اور اس کی صورت مثل صورت انسان ہے۔ اور یہی وہ روح ہے جو نطفہ خون میں پہونکی جاتی ہے اور جب وہ پہونکی جاتی ہے تو وہ مضغہ کو مثل اپنی صورت کے کر دیتی ہے بلکہ صورت ہر فرد عالم کی مثل صورت روح منطبعہ کے ہے۔ روح منطبعہ کے سبب سے انسان خواب میں زندہ رہتا ہے اور یہ نفوس مجردہ کے قوی ہیں اہل شریعت اس کو کتاب محو و اثبات کہتے ہیں اور اہل حکمت نفوس منطبعہ کہتے ہیں۔ رئیس ان جملہ نفوس کا نفس جسم کل ہے اور نفوس جزئیہ فلکیہ عنصریہ بسیطہ و مرکبہ اسی سے متعلق ہیں اور نیز نفوس منطبعہ خلقیہ نفوس ناطقہ۔ پانچویں قسم خادم قوای نفوس ہے اس کو روح تسویہ کہتے ہیں۔ جیسے زمین میں جب تخم بویا جاتا ہے تو اجزا لطیفہ ہوا و پانی زمین کے ہر طرف سے اوس کو احاطہ کرتے ہیں اور وہ تخم بسبب قوت انفعال

اپنے ان اجزاے لطیفہ کو اپنے طرف کھینچتا ہے اور پھر ایک صورت خاص
نظام معین کے ساتھہ اپنے زیادتی جسم کے لیئے نہین انتظار مین تصرف کرتا ہے
پس برگ و شاخ اوس سے ظاہر ہوتے ہین اور رفتہ رفتہ شاخ اوراق اور
پھر پھول و پھل اس مین ظاہر ہوتی ہے اور پھر آخر ضعف پیدا کرتا ہے اور
متلاشی ہوتا ہے یہی حال اوس قطرہ منی کا ہے جو رحم مین پڑتا ہے جس کو رحم بادنٰی
تدبیر و تصرف کے ساتھہ قبول کر کے محفوظ رکھتا ہے - جب قلب - و کبد - و دماغ
اور دیگر اعضاء ظاہر ہوتے ہین تو اوس وقت روح ہوائی منفوخ ہو کر ایک
صورت دیگر پیدا کرتی ہے - من بعد جب وہ ظاہر ہوتا ہے تو اوس مین قوت نمو
قوت غذا قوت حافظہ قوت دافعہ و ماسکہ و جاذبہ وغیرہ و دیگر قوی پیدا ہوتے ہین -
پس یہہ تمام نفوس ناسوتیہ ہین اور یہ قسم فیض روح اعظم ہے - پس خلاصہ یہ کہ
انسان کی روح کی حقیقت حقیقت روح اعظم ہے اور یہی روح فیض حق تعالی سے لیکر
تمام عالم کو پونہچاتی ہے اس کی نسبت ایسی ہے جیسے ہماری سانس کو جمیع اعضاء
کے ساتھہ نسبت ہے حضرت شاہ ولایت کا بیان ہے کہ روح ایک فرشتہ
ہے مقرب فرشتون سے جس کے ستر ہزار وجہ ہین اور ہر وجہ کے لیے ستر ہزار
زبان ہین اور ہر زبان کے لئے ستر ہزار لغت ہین جس سے وہ تسبیح کرتا ہے
اور حق تعالی اوس ہر تسبیح سے ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے اور ہر ایک
فرشتہ اوس فرشتہ کے ساتھہ قیامت تک سیر و طیر کرتا رہیگا پس حاصل
یہ کہ ہر ہر ذرہ کو روح اعظم سے ایک ایسے پوشیدہ مگر چشم نامحرم سے
نسبت ہے کہ جس کا ادراک بڑے عارف کا کام ہے - یہی ہر شے کی وجہ خاص

وجہ خاص اوس کی صورت روح ہے اور یہی صورت روح محوس جسد ہے
اور یہ صورت محوس جسد ایک امر ہے واسطے رب کے جو امر ذاتی ہے
اور ایسا امر جو خاص اوس نے اپنی ذات کے لئے واجب کر لیا ہے پس
روح باعتبار تنزیہ جسم و تمثل سے پاک ہے اور باعتبار تشبیہ **قل الروح
من امر ربی** کا مصداق ہے اور باعتبار کشف **و نفخت فیہ من روحی**
سے معبّر ہے **و ایدنا بروح القدس** اس کے طرف اشارہ ہے **فاینما
تولوا فثم وجہ اللہ** سے روح اعظم مراد ہے پس تمام کائنات اسی سے
قایم ہے۔ اور جسطرح روح کی حکومت جسم پر ہے اسیطرح روح اعظم کی حکومت
جمیع کائنات پر ہے۔ اور جیسے وہ نہ داخل نہ خارج جسم ہے اسیطرح
اس کا بھی حال ہے اور جیسے جسم مظہر روح ہے اسیطرح تمام کائنات مظہر روح
اعظم ہے لیکن فرق اسیقدر ہے کہ گو قیام صورت و ہیئت اجتماعی جسم کا روح
سے ہے مگر قیام مادہ جسم کا جس کو رابعہ عناصر کہتے ہین بلکہ قیام جمیع اجسام عالم
کا اسی روح اعظم ہے۔ ہماری روح روح اعظم کا ایک پرتو ہے کیونکہ ہماری روح
کا بھی قیام اوسی سے ہے۔ جسقدر اعمال کہ واقعہ ہوتے ہین اون کے احکام و آثار
روح پر وارد ہوتے ہین نہ روح اعظم پر کیونکہ روح اعظم اس سے مبرہ ہے
روح اعظم ایک نور ذات حق تعالی ہے اور واسطہ ہے حق اور خلق مین یعنے
حق تعالی روح ہے روح اعظم ہے اور بمنزلہ اوس کے جسم کے واقعہ ہے اور روح
جسم روح اعظم ہے یعنے اجسام کی روح نفوس مجردہ ملکیہ ہین۔ اور نفوس کی روح
عقول ہین۔ اور عقول کی روح اعیان ثابتہ ہین اور اعیان کی روح اسماء آلہیہ ہین

اور اسمار الٰہیہ کی روح ذات حق تعالیٰ ہے پس درحقیقت وجود مطلق ہی روح اعظم
اور قیوم روح عالم ہے لا الٰہ الا ھو الحیّ القیوم جو کچھ کہ عالم شہادت میں
واقعہ ہوتا ہے کون و فساد سے تو اول فیض حق تعالیٰ سے اسمار الٰہی کو پہونچتا ہے
جو رب واقعہ ہیں اور پھر ان سے اعیان ثابتہ کو جو مربوب واقعہ ہیں۔ اور پھر اعیان
کی وساطت سے روح اعظم کو اور روح اعظم کی وساطت سے تمام ارواح عالم کو اور
پھر بواسطہ عالم مثال عالم اجسام کو یہان تک کہ ہر ذی روح کی سانس کو حرکت بھی
اوسی تجلی ذاتی سے اور اوس کی ذات الآن کما کان ہے۔ لا تتحرک ذرۃ
الا باذن اللہ۔

دائرہ روح القدس

عقل کل

احدیت سلبی

روح الروح

جسم کل

نفس کل

ہیولی جوہر ہبا

طبیعت کل

باب ۵

روح انسانی

ارواح اجسام سے پہلے پیدا ہوئے **خلق الارواح من قبل الاجساد** ۔ اور انسان کی روح قالب انسانی کے تسویہ کے بعد اس میں آئی **فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی** قالب انسان اربعہ عناصر سے ترکیب دیا گیا اور اربعہ عناصر ایک ہی امر سے وجود میں آئے یہاں تک کہ خاک کو سب پر فضیلت دی گئی ۔ اور یہی حامل تجلی کمالی ہوئی تخلیق اربعہ عناصر بمذہب فلاسفہ کے رو سے اسطرح ہوئی کہ جب خدا نے چاہا کہ عالم جسمانی کو پیدا کرے تو پہلے **نفخ ارادۃ** ہوا ۔ اور اس سے ہوا پیدا ہوئی اور جب یہہ جاری ہوئی تو اس سے جلال و قہریت ظاہر ہوا اور اس جلال و قہریت سے آتش اور آتش سے گرمی اور گرمی سے پانی ۔ اور

پانی جب غلیظ ہوا تو اوس سے کثافت اور کثافت سے برف اور
برف جب بستہ ہوا تو اوس سے خاک ظاہر ہوئی - اور حدیث کا بھی
یہی منشا ہے کہ خلق الرحمان جوہرا فنظرۃ بنظر الہیبتہ فذاب
نصفہ ہوا و نصفہ ماٗ - محققین کو اہل فلاسفہ سے اس مادہ مین صرف
اسیقدر اختلاف ہے کہ وہ یکے بعد دیگرے ترتیب سے واقعہ ہونکو مانتے
ہین اور محققین ان سب کو ایک ہی امر سے وجود مین آئی کو تسلیم کرتے ہین - پس
عالم عناصر کو عالم کون و فساد کہتے ہین کون سے مراد قبول صورت کے ہین اور
فساد سے مراد زوال صورت کے مشاہدہ اس کا شاہد ہے کہ ہر عنصر ایک صورت
کے بعد دوسری صورت اختیار کرتا ہے کوزہ آہنگرون مین ہوا آگ ہو جاتی ہے
اور پتھر پانی بن جاتا ہے - علم کیمیا سے بھی پانی سنگ مرمر بنتا ہے اور پانی ہوا
ہو جاتا ہے اور ہوا پانی بن جاتی ہے - حرارت آفتاب کی وجہ سے بھی دریا سے
لطیف بخار اوٹھتے ہین اور پہلے پہل بوجہ اجزائے ہوائے لطیف یہہ عجب
تمیز ہوتے ہین لیکن پہر محسوس ہونے لگتے ہین اور جب یہہ طبقہ زمہریر تک
پونہچتے ہین تو یہان اون کا اجتماع ہوتا ہے اور اب یہان اگر برودت بڑہ گئی
تو ابر ظاہر ہو گیا ورنہ تقاطر شروع ہو جاتا ہے پس وہی بخار جو ابر کہا جاتا تھا تقاطر
بارش موسوم ہوا اور وہ حرارت شعاع آفتاب جو آب و خاک سے مرکب ہوئی تھی
پھر اپنے مرکز کرہ نار تک پونہچ جاتی ہے اور پھر دریا کا پانی جو ابر و باران
ہوا تھا اوس حرارت کے ساتھ مل جاتا ہے - اور جب پہر ہوا اور پانی بہت

گرمی اور خاک بمناسبت سردی ضم ہو جاتے ہین تو پھر اون کے کسر و انکسار
سے یک صورت ترکیبی پیدا ہوتی ہے اور یہ صورت بصورت ظاہر
ہوتی ہے - حرارت و ہوا تو بلندی کے طرف میل کرتے ہین اور خاک و
آب پستی کے طرف مائل رہتے ہین اور نباتات ان دونون مین بصورت
برزخ محفوظ رہتے ہین اور چونکہ غرض ایجاد عالم سے معرفت آلہی ہے تو اب
ہر چیز کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ وہ انسان تک ترقی کرے اور ترقی چونکہ
قدیم ہے اس لئے وہی نباتات ایک عرصہ تک غذاے حیوانے
ہوتے ہین اور پھر حیوان انسان کی غذا بنتا ہے اور یہہ جزو بدن ہو کر
مرتبہ انسانی تک ترقی کرتا ہے اور پھر ازدواج مرد و زن سے
بصورت نطفہ ظاہر ہوتا ہے اور رحم اس کو قبول کرتا ہے اور جبان
اوس کی صورت مثل بیضہ کے ہو جاتی ہے - سب سے پہلی حالت
جو اس کو لاحق ہوتی ہے وہ قوت مصورہ کا ہے جو منی کو منشق کر
کے کر دیتا ہے اور پہان اوس کی تحریک کی وجہ سے تین نقطہ پیدا
ہوتے ہین ایک وسط مین جو محل دل ہے - دوسرے جانب یمین جو
محل جگر ہے - تیسرے اون کے اوپر جو محل دماغ ہے - اس کے
بعد محل ناف معین ہوتا ہے اور ایک باریک سا پردہ اوس پر پڑ جاتا
ہے جو صورت جسمیہ انسانے کا تفرقہ سے حافظ رہتا ہے - پس سب سے
پہلے جو عضو انسان کہ فیکن ہوا وہ انسان کا دل ہے اور بعض دماغ
و چشم کو بھی مراد لیتے ہین - پس یہہ نطفہ کی پہلی حالت ہے جس کو نہایت

کہتے ہین - اب دوسری صورت یہہ ہوتی ہے کہ وہی نقطہ جو پہلے قایم ہوئے تھے مستحیل ہوکر نقاط دمویہ بن جاتے ہین اور پھر تیسری حالت یہہ ہوتی ہے کہ وہی نقاط علقہ بن جاتے ہین یعنے نقطہ خون غلیظ اور چوتھی حالت یہہ ہوتی ہے کہ علقہ مضغہ بن جاتا ہے اور اس حالت مین اعضاء رئیسہ مثل دل وجگر و دماغ ظاہر ہو جاتے ہین - اور پانچوین حالت یہہ ہوتی ہے کہ اس مرتبہ مین استخوان پیدا ہوتے ہین اور ہر ایک اعضاء ایک دوسری سے ممیز ہوتا ہے اور سر ونڈہ ہیلے اور ہاتھ پہلو و پیٹ سے متصل ہو جاتے ہین اور منافذ و مجاری حرارت غریزی ظہور مین آکر قوائے جاذبہ و نامیہ بفعل ہوکر قابل استعداد روح حیوانی ہو جاتے ہین - پہلی حالت کی مدت (۶) روز ہے جس مین قوت مصورہ نطفہ مین بغیر استعداد رحم کے تصرف کرتی ہے - اور حالت دوم کی مدت (۳) روز ہے اور حالت سوم کی مدت (۶) روز ہے حالت چہارم کی مدت ۱۲ روز ہے اور حالت پنجم کی مدت (۹) روز ہے چنانچہ کل (۴۰) روز مین یہہ تمام اعضاء ظہور مین آتے ہین اور کم از کم مدت اعضاء ظہور اعضاء جنین (۳۰) یوم اور اوسط (۳۵) اور اکثر (۴۰ - ۴۵) یوم ہے ان ایام مین حالت ذکور مونث سے اسرع ہوتی ہے اور اس کے ایام ظہور کم ہین کیونکہ حرارت ذکور مین بہ نسبت اناث کے کم ہے - امام فخرالدین رازی کا قول ہے کہ یہہ معنے مخالف حدیث ہین جس کو

عبد اللہ بن مسعود نے روایت کیا ہے ان احدکم یجمع خلقہ فی بطن
امہ اربعین یوما یکون علقۃ مثل ذالک ثم یکون مضغۃ
مثل ذالک ثم یرسل اللہ ملکا فینفخ فیہ فیومر باربعہ کلمات فیکتب
رزقہ واجلہ وشقی وسعید ہی۔ لیکن اس کا یہ جواب ہے کہ گو (۴۰)
روز مین اعضا رخفین ظاہر ہوتے ہین مگر کمال اوس کا اوس وقت ہوتا ہے
جبکہ اوس پر اور تین چالیس گذر جاتے ہین اور پیچھے بعد اس کے اوس مین
استعداد پیدا ہوتی ہے اور اوس وقت اس مین روح حیوانی جو بخار
لطیف وقابل حس وحرکت ہے اوس پر فایض ہوتی ہے اور بواسطہ
اعتدال روح حیوانی نور۔ روح انسانی جو پرتو روح اعظم ہے اوس پر
متجلی ہوتا ہے اور حضرت علم سے اوس پر شعاع علم پڑتی ہے تب
صورت انسانی تمام ہوکر فتبارک اللہ احسن الخالقین کا مصداق
ہو جاتی ہے۔ پس پہلے چار حالات اطوار جمادی ہین اور پانچوین حالت
روح اضافی سے تمام اعضار متمیز ہوتے ہین اور صورت انسانی تکمیل پاتی
ہے اور قبول فیض کی استعداد اوس مین پیدا ہوتی ہے اور پھر روح
حیوانی بحکم اول ما تتعین بالذات قابل ظہور علم وحیات ہوتی ہے
کیونکہ اس حالت مین روح اضافی جس کو روح حیوانی بھی کہتے ہین روح
انسانی سے منور ہوکر سب سے پہلے اوس سے صفت علم ظاہر ہوتی ہے ۔
اور یہ ظاہر ہے کہ نطفہ کا وہ ضعف جو جنین مین اعضار کی صورت لینے تک باقی
رہتا ہے جب وہ زایل ہو جاوے تو سب سے پہلے رحم مین حرکت پیدا ہوگی اور

پہ حرکت اوس وقت ہوتی ہے جبکہ روح حیوانی کا اوس پر افاضہ ہوتا ہے
اور بعد حرکت (جو ایک قدرت کا اثر ہے) بہ تجلی اسم مرید صاحب ارادہ
ہوتا ہے اور تنگ و تاریک حجرہ رحم سے بمصداق و یخرجہم
من الظلمات الی النور دنیا کے طرف رخ کرتا ہے اور پیدا
و ظاہر ہوتا ہے تو اب اس کے بعد پھر جہان کی زمانہ اوس پہ گذرتے
ہین سب سے پہلے طفولیت کا زمانہ ہے جس مین اوس کے حواس ظاہری و
باطنی محض امور جزئیات کا ادراک کرتے ہین اور اس کے بعد بوجہ قوت
عقلی وہ امور کلیات کا ادراک کرتا ہے اور جزئیات معلومہ سے علم کلیات
مجہولہ حاصل کرتا ہے اور اس ترتیب سے حقایق اشیاء پر واقف ہوتا ہے
کیونکہ تو اسے محرکہ قوائے مدرکہ کے بعد وجود پذیر ہوتے ہین اس لئے
کہ تحریک موقوف ہے ارادہ پر اور ارادہ موقوف ہے ادراک پر
اور اس کے تحت مین قوت عقلی و قوت باعثہ ہے پس ایام طفولیت
مین انسان کو کوئی تمیز نہین ہوتی اور جب تمیز کا زمانہ آتا ہے اور اس کو
جب زیادہ واقفیت حاصل ہوتی ہے تو بوڑھا ہو جاتا ہے اور آخر
عمر تک علم و ارادے و تدبیر و عقل سیکھتا ہے اور ہر قسم کے صفات
کمالی اوس سے ظاہر ہوتے ہین اور اس کے بعد جب اوس کی موت آتی
ہے تو اوس کی عمر صوری بحکم کما بدأکم تعودون آخر ہو جاتی
ہے اور پھر اس کے بعد ہر چیز اپنے اپنے مرکز پر چلی جاتی ہے آگ
آگ کے طرف پانی پانی کے طرف اور خاک کا ڈھیر خاک مین ملجاتا ہے

كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام
پس معلوم و غور کرو کہ تمام اجزا ر عالم مثل اوس نباتات کے ہین
جو ایک ہی قطرہ دریائے حیات سے پیدا ہین اور جیسے نباتات
قطرات بار ان سے حاصل ہوئے تھے ویسے ہی یہہ تمام عالم ایک ہی
قطرہ دریائے حقیقت سے ہے - شبی تاریک وبیم موج گردابے
چنین حائل کجا دانند حال ماسبکسار ان ساحل ہا - پس تمام موجودات
ایک ہی تجلی شہودی مین بصورت وجود عینی ظاہر ہوئے ہین - اور یہ تمام
امور بخار سے لیکر انسان تک ایک ہی قطرہ پانی سے ہین جو مختلف
لباس اور مختلف صور یکرنگو ناگون تجلیات سے متجلی ہین اور
وحدت ایک ایسے دریائے ناپیدا کنار ہی کہ جس سے ایسے ہی ہزارہا
موج اوٹھتے اور مٹتے گئے ہین مگر باوجود اس کے اوس کے وحدت
ذاتی مین کوئی نقصان نہین ہوسکتا - پس انسان کی پیدائش مٹی
و آب سے کی گئی ہے اور اس مین حکمت یہ تھی کہ صرف امانت
کبھی پانی پر نہین ہوسکتی خاک سے مراد عالم اجسام ہے اور آب سے
مراد عالم ارواح اور انسان ان سب کا مجموعہ ہے ولقد کرمنا
بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر - اب امانت مین اختلاف
ہے بعض اس سے امر دھنی مراد لیتے ہین اور بعض اس سے محبت مراد
لیتے ہین اور بعض اس سے توحید لیکن حقیقت مین امانت کی نسبت
اوس روح اعظم کے طرف ہے کہ جس کی تفصیل روح انسانی مین ہوئی ہے

پس انسان روح جسد کا ایک ایسا مجموعہ ہے کہ جس کی ہیئت اجتماعی حقیقت
تفصیل روح اعظم ہے اور یہہ مرتبہ دوم وجود ہے اور اسی لیے
انسان حرف (ب) سے مشابہ ہے اور ذات احدیت حرف
(ا) سے۔ جسطرح الف بے سے ظاہر ہوا ہے اسیطرح (ب) دیگر
حروف مین ساری وطاری ہے۔ ذات احدیت جب بصورت
حقیقت انسانی تجلی کی تو تمام اسماء صفات کے ساتھہ متصف اور اپنے
علم تفصیل کے ساتھہ اپنے کو مشاہد کی۔ اور نسبوت کمالات علمی کے
لئے مرتبہ علم مین بصورت انتشار تمام مراتب ممکنات مین ظاہر ہوئی تا کہ
منتہی ہوکر مرتبہ انسان تک جو تمام مراتب کا جامع ہے پہنچی اسی لئے
یہہ کہا گیا ہے کہ تو تمام عالم کو اپنے مین دیکھہ کہ یہ تمام صورت حقیقت
تیری ہے اور تو کہ جب حقیقت تمام عالم مین ظہور کیا ہوا ہے تمام عالم تیرے
اجزا سے ہین اور تو تمام کی علت غائی ہے جو ذہناً مقدم اگرچہ خارجاً
موخر ہے نحن الاخرون السابقون۔ عالم بطفیل ماست موجود
مائیم ز کائنات مقصود۔ ہم مبدا و اولم و آخر۔ ہم غایت باطنیم ظاہر
الحاصل جسطرح کہ حقیقت انسان ظہور و تفصیل حقیقت محمدی ہے
اسیطرح روح انسان ظہور و تفصیل روح محمدی و روح اعظم ہے
روح انسانی بنسبت خود مفصل اور عکس الوہیت ہے اور قلب
جو ظہور روح و قالب ہے باعتبار تفصیل ظہورات عکس روح
انسانی اور آئینہ الوہیت ہے روح انسانی اس اعتبار سے کہ وہ تمام کے

ظہور کا منشا ہے کہ عکس نفس کل اور آئینہ واحدیت اور اس اعتبار سے
کہ مجرد ماسوی اللہ سے رکھی عکس عقل اول اور آئینہ احدیت اور با اعتبار
اعتدال عکس روح اعظم و روح محمدی اور آئینہ وحدت ہے۔ اور بلا کسی
اعتبار کے نور صرف ہے کیونکہ تمام اعتبارات اسی سے منور ہوکر بمناسبت
روح ظاہر ہوئے ہیں یہانتک کہ آنکھہ میں بینائی کان میں شنوائی ناک
میں بو زبان پہ گفتگو ہر اعضا پر محیط ہر ہر ذرات جسم پہ ساری ہر ہر
حرکات و سکنات سے پیدا بجز روح کوئی چیز موجود نہیں ہے کیا ظاہر اور
کیا باطن اور کیا مظہر روح انسانی کو اگر فاعلیت کا علم لاحق ہو تو ملکوت اعلی ہے
اور اگر علم فاعلیت کے ساتھہ علم مفعولیت بھی ہو تو ملکوت اسفل ہے۔ ملکوت
اعلی بمنزلہ احدیت سلبی اور ملکوت اسفل بمنزلہ واحدیت ثبوتی اور روح
انسانی جو ظہور الوہیت مطلقہ و تفصیل روح اعظم ہے بمنزلہ برزخ
واقعہ ہے پس جب قالب انسانی کا تسویہ کیا گیا تو خدا نے روح اعظم کو
قالب انسانی میں رکھا اور اسطرح آدم تیار ہوا۔ اب نصف نفس آدم علیہ السلام
کو جدا کر کے زمین بہشت میں دفن کیا جو تخم گندم ہوکر بصورت شجر گندم
ظاہر ہوا۔ اور بقیہ نصف جو باقی تھا وہ سے آدم نے انسیت طلب کی پس
حکیم علی الاطلاق نے اپنی حکمت بالغہ سے حوا کو پہلوے چپ آدم سے پیدا
کیا اور اسمیں مصلحت یہہ تھی کہ ان دونو کا حب اصلی ظاہر ہو۔ اور پھر نفس پر
احکام امر و نہی صادر کیا تاکہ خواہش نفسانی کی طلب نکرے لیکن جب آدم نے
اس کو نہ مانا اور شجر گندم سے مقاربت کی تو فتکونا من الظالمین کا

مصداق بنا پس روح جب انسان کے بدن میں آئی تو وہ تمام قالب میں پھیل گئی قالب جو اربعہ عناصر سے مرکب تھا بہ صحبت روح سے ہر عنصر نے جدے جدے صفات حاصل کی۔

۱۔ خاک بصفت گوشت پوست استخوان۔ دل گردہ۔ جگر۔ رگ وپے۔ رودہ طحال آنت وغیرہ جو مثل اس کے ہمون ہو کر نکلی۔

۲۔ باد بصفت سانس چھینک بدن کا پھڑکنا اور کانپنا ورم ہو جانا اور مثل اس کے ظاہر ہوا۔

۳۔ آب۔ بصفت لعاب۔ منی۔ مذی۔ خون اور مثل اس کے ظاہر ہوا۔

۴۔ آگ بصفت اشتہار بھوک پیاس۔ سرکشی وغیرہ سے متصف ظاہر ہوئی۔

غرضکہ روح جب تک کہ قالب میں نہ تھی تو اربعہ عناصر مرتبہ خاک میں مردہ تھے جب روح پڑی تو اس نے ہر ایک کو حیات بخشا ان میں جو جو بالقوہ صفات تھے وہ بفعل ظاہر ہوئے بھوک وپیاس بہ سبب آتش پیدا ہوئی اور لذت بہ سبب پانی اور آواز بہ سبب ہوا اور لمس بہ سبب باد پس روح قالب مین آنے سے یہ صفات عنصری اوس کو لاحق ہوتے اور روح بہ سبب ان صفات کے کمالیت عرفان کو پہنچی اور قادر و فاعل ومختار ہوئی اور ہر امر پر جس کو خدا نے اوس پر بھیجا اوس کی تعمیل کی ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اے لیعرفون سے اوس کو

ممتاز کیا اور تمام کو اپنے راستے پہ چلایا اور بوساطت سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ وابتغوا الیہ الوسیلۃ سے عام و خاص پہ اس کی تاکید ملتی ہیں جس نے اس کی معرفت حاصل کی جو غایت تخلیق ہے تو وہ آزاد ہوا اور ناعبد وھم و کا مصداق بنا اور جس نے نفس کے پیروی کی وہ ڈوب گیا۔ و غارت ہوا۔

دایرہ روح انسانی

ملکوت اعلیٰ

۱۰ احدیت جلی

روح انسانی

یہ روح انسانی ظہور الوہیت مطلقہ تفصیل روح اعظم

واحدیت تنزلی

ملکوت اسفل

باب ۶

روح متقیدہ

روح انسانی کی تفصیل روح متقیدہ مین ہوتی ہے اور روح جب قالب انسانی
مین آئے تو صحبت جسم کثیف سے اپنے صفات اسفل حاصل کئے اور توجہ
اس کی ماسوی اللہ کے طرف ہوگی اور صحبت عناصر کثیف سے اسکا رخ مقام
علوی سے بجانب اسفل ہوگیا اور اس لئے یہہ قید تقید کے جانب متوجہ ہوئی
پس بوجہ اس تقید کے اس کا نام روح متقیدہ ہوا۔ اور اگر یہی روح متقیدہ
صفات وخاصیات عنصری اور عادات جسم کثیف سے مجرد ہوکر مصفی مجلی
مزکی ہو اور احکام و آثار اجسام سے تجرد پیدا کرے تو یہی روح روح علوی سے
موسوم ہوگی ورنہ روح سفلی و نفس اسکا نام ہوگا یعنی صلت و خباثت آلطی

بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ جبلح اوس کا نزول ہوتا گیا ہے اوسیطح انسان اوس میں عروج کرے ورنہ تخلیق کی غرض محض مفقود ہوگی پس روح مقیدہ اپنے مرتبہ نبوتی میں بمناسبت اعتبارات وحدت وصفات اوسیت وروح الروح وروح انسانی چار علیحدہ صفات حاصل کے۔

(۱) روح دمیدہ جب تالو آدم سے گردن پر پہونچے تو یہاں روح جمادی اس کا نام ہوا اور اس کے دو قوتیں ہوے ایک ثقالت دوسرے خفت۔

(۲) روح دمیدہ جب گلو پر پہونچے تو یہاں روح نباتی اس کا نام ہوا اور اس سے کے یہہ قوتیں ہوئے جاذبہ۔ ماسکہ۔ ہاضمہ۔ ممیزہ۔ مصورہ۔ دافعہ۔ مولدہ

(۳) روح دمیدہ جب دماغ پر پہونچے تو یہاں روح نفسانی اس کا نام ہوا اور اس سے دس قوائے جیسے پیدا ہوئے پانچ حواس ظاہری اور پانچ حواس باطنی۔

(۴) روح دمیدہ جب دل صنوبری تک پونچے تو یہاں اس کا نام روح حیوانی ہوا اور اس سے ستہ ضروریہ مثل حرکت وسکون۔ نوم یقظہ وغیرہ پیدا ہوئے۔

اب ہر ایک کا وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ روح دمیدہ جب گردن پر پہونچے

تو یہاں اوس نے تمام اجزا کو منجمد کیا اور اس لئے اس کا نام
روح جمادی ہوا بوجہ ثقالت اپنے مرکز پہ واقع ہے اور بوجہ
خفت قوت احاطگی رکھتی ہے یعنے طول و عرض و عمق اور جب اس
طول و عرض و عمق کو اس نے قوت نمو بخشا تو اس لئے یہاں اس کا نام روح
نباتی ہوا اور اس سے کئی قوتیں ظاہر ہوئیں ایک جاذبہ جس کا کام غذا
کو ظاہر و باطن سے جذب کرنیکا ہے۔ دوسرے ماسکہ جو غذا کو بعد جذب
اپنے میں رکھتا ہے۔ تیسرے ہاضمہ جو غذا کو پختہ کرتا ہے۔ چوتھے
ممیزہ جو بعد پختگی غذا کے کثیف کو لطیف سے جدا کرتا ہے۔ پانچویں
مصورہ جو غذا کو ہمرنگ جسم کرتا ہے چھٹے دافعہ جو غذا کے کثیف کو جسم سے
باہر کرتا ہے جیسے درخت سے گوند باہر ہوتا ہے۔ ساتویں مولدہ کہ
جو کچھہ جسم میں لطیف شئے ہو اوس کو اپنی قوت سے جمع کرتا ہے۔
اور پھر مثل اوس کے باہر آتا ہے جیسے تخم۔ اوسیطرح روح دمیدہ
جب دل صنوبری تک پوہنچے تو یہاں اوس نے حرکت پیدا کی اور
اس لئے اس کا نام یہاں روح حیوانی ہوا اور اس کے دو صفت ہوے
ایک شہوت دوسرے غضب اور اس کی مثال مثل دخان کے ہے
کہ جب وہ دماغ پر پہونچا تو یہاں اوس نے قوت حسی بخشا اور اسی لئے
یہاں اس کا نام روح نفسانی ہوا اور اس سے پانچ حواس
ظاہری و باطنی ظاہر ہوے حواس ظاہری جیسے سامعہ۔ باصرہ۔
ذائقہ۔ لامسہ۔ شامہ۔ حواس باطنی جیسے حس مشترک۔ خیال۔ وہم۔ حافظہ

متصرفہ - حواس ظاہری کی تعریف ہر شخص جانتا ہے - حواس باطنی
کسیقدر تفصیل و تصریح کی محتاج ہین - حواس باطنی ہین سب سے
پہلے حس مشترک ہے اور اس کو حس مشترک اس لیے کہتے ہین کہ وہ چیز
سے یہہ ایک ہی استفادہ کرتا ہے جیسے دو آنکھہ سے ایک ہی چیز
نظر آتی ہے اور دو کان سے ایک ہی چیز سنی جاتی ہے - جب اس مین
خلل ہوتا ہے تو ایک دو دکھائی دیتے ہین جیسے چشم احول کو معلوم
ہوتا ہے - پس حس مشترک خیال متصل و خیال منفصل سے ملا ہوا ہے -
خیال متصل حس مشترک کا مرتبہ واحدیت ثبوتی ہے جہان ذایقہ شامہ
لامسہ سامعہ باصرہ متحقق ہوتے ہین - خیال منفصل حس مشترک کا مرتبہ احدیت
سلبی ہے - اور چونکہ عمل خیال پر موقوف ہے اس لئے خیال حس مشترک
کے چار اعتبارون سے ایک اعتبار ہے اور یہہ جسد و روح دونون
پر شامل ہے اگر خیال متوجہ بجسد ہو تو خیال متصل ہے یعنے متصل بجسد
اور منفصل بروح اور اگر متوجہ بروح ہو تو خیال منفصل ہے یعنے منفصل
بجسد متصل بروح تیسرے حواس باطنی سے وہم ہے اور یہہ وہ روحی قوت
ہے کہ جہان انسان دیکھے ہوئے اور نہ دیکھے ہوئے اشیاء
کو مگر خلاف واقعہ متصور کرتا ہے چوتھی حواس باطنی سے حافظہ ہے
اور یہہ وہ قوت ہے کہ جو چیز حواس ظاہری سے حاصل ہوا اوس کو بجسہ
محفوظ رکھتا ہے - اور پانچوین حواس باطنی سے متصرفہ ہے
اور یہہ وہ قوت ہے کہ جو چیز حافظہ مین خیال یا وہم کے ذریعہ سے

آتی ہو اوس کو تصرف مین لاوے مگر ترتیب و تفصیل کے ساتھہ اور یہی قوت اگر قوت عقلی کے ماتحت ہو تو قوت ذاکرہ ہے و متفکرہ ورنہ وہم کے تحت ہو تو قوت متخیلہ ہے پس ذاکرہ متفکرہ متخیلہ اصطلاح ظاہر ہوئے - اب قوت متصرفہ اوسط دماغ مین ہے اور حس مشترک و خیال اول دماغ مین اور حافظہ واہمہ آخر دماغ مین پس نہین تمام قوتون کے بدولت روح جو ملکوت اعلی سے ہے ظاہر ہے اور ان تمام قوتون کو روح علوی نے جو پرتو نور ذات ہے قالب انسان مین مختلف مقامات پر سیر کرنے سے پیدا کی اور ہر ایک جگہہ اپنا علیحدہ علیحدہ نام لیا - کہین حیوانی ہوے کہین جمادی ہوے کہین نفسانی ہوے یہانتک کہ انسان کو ان سب نے گہیر لیا اور انسان ان سب سے مسخر ہے - لیکن صرف ایک قوت واہمہ ہے جو انسان کے تسخیر سے باہر ہے ابلیس ایسی قوت واہمہ کے وجہ سے آدم کو سجدہ نکیا کیونکہ غلبہ وہم سے اوس نے آدم مین بجز خاک کے کچھہ نہ دیکھا -

دائرۂ روح مقیدہ

باب ۷

حقیقت قلب

روح اعظم کی تفصیل روح انسانی ہے اور روح انسانی کی تفصیل روح منقیدہ ہے۔ اور روح منقیدہ کی تفصیل قلب واقعہ ہے۔ جو روح کہ پھونکی گئی آدم نے سب سے پہلے قالب انسانی میں بمناسبت قالب نقطہ علم پر دایرہ لئے اور یہاں اوس کا نام قلب ہوا۔ قلب کو قلب اس لئے کہتے ہیں کہ منقلب ہے کبھی اس کی توجہ عالم ارواح کے طرف ہوتی ہے اور کبھی عالم اجسام کے طرف اگر اسی انقلابیت کی وجہ سے علم کلیات وجزئیات یعنے علم عالم غیب وشہادت دونوں کا ادراک کرے تو اس کو دل کہتے ہیں۔ اور اگر صرف علم کلیات کا مدرک ہو تو اس کو روح کہتے ہیں۔ اور اگر صرف

جزئیات کا مدرک ہو تو اس کو نفس کہتے ہیں - بہر حال قلب بہ لحاظ واقع
ہے اور روح اس کا باطن اور نفس اسکا ظاہر ہے - اور یہہ ہر سہ
نور ہین باعتبار صفات اس کے علیحدہ نام ہوئے ہین - کبھی قلب آئینہ
حقیقت انسانی اور عرش آلہ سے موسوم ہے - قلب المومن عرش اللہ
تعالے اور کبھی قلب بمصداق بل ہو قرآن مجید فی لوح محفوظ -
لوح محفوظ ہے اور کبھی قلب مشرق سے مغرب تک محیط ہے حدیث
قلب المومن محیط لجمیع المخلوقات وہ اس معرفت کے اسباب ہین
وجعل لکم السمع والابصار والافیدۃ قلیلا ما تشکرون اور قلب محل محبت
ہے اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدنا ہم بروح
منہ پس جیسے قلب کے مناسبت سے روح کا بھی ظہور ہے
اور اوس کی کمالیت قالب انسان مین ہے -
روح لطیف و عالم امر سے ہے اور قالب کثیف اور عالم خلق سے یعنے
اجسام سے ہے ان ہردو مین کسیطرح مناسبت نہین ہے کیونکہ جیسے
نور و ظلمت جمع نہین ہو سکتے ویسے ہی ان کا حال ہے لیکن یہہ
اوس حکیم علی الاطلاق کی حکمت بالغہ ہے کہ اوس نے آگ و پانی نور و
ظلمت اسطرح متضاد و متخالف اشیاء کو اکٹھے جمع کیا ہے پس تصرف
روح کے لئے اوس نے قالب انسانی مین قلب کو پیدا کیا روح
بواسطہ قلب قالب مین تصرف کرتی ہے اور قالب بواسطہ قلب روح سے
اطاعت کرتا ہے - جیسے الوہیت اسماء آلہی و کیانی کی جامع تھی اسطرح

قلب روح و اجسام دونون کا جامع ہے اور انسان اسی جامعیت قلب کی وجہ سے ظہور اسم اللہ اور مستحق خلافت ہے کیونکہ انسان جمیع موجودات کا جامع اور تمام موجودات باعتبار قابلیت انسان ہین ثابت و موجود ہین موجودات جسمانی کے خلاصہ سے قالب انسانی بنا اور موجودات روحانی کے خلاصہ سے جان انسانی ظاہر ہوئی اور ان ہردو کی جامعیت سے ایک یافت پیدا ہوئی کہ انسانیت انسان اسی یافت سے مراد ہے اور یہ یافت نہ قبل از بدن روح مین تھی اور نہ قبل از روح بدن مین تھی اسی کو انیت انسان کہتے ہین جو نہ روح سے متعلق ہے نہ بدن سے اور یہ قابل ثبوت و سلب ہے اگر یہ تمام مراتب انسان مین اعتدال سے ہون تو انسان آئینہ رفیع الدرجات ہے اور اگر خود مین رفیع الدرجات کو پاوے اور نزول و عروج کو تمام کرے تو انسان کامل و مکمل ہے اور یہ اوس کا فرض ہے کہ وہ ایسا کرے تاکہ اپنے نقطہ اصل سے ملکر قاب قوسین بلکہ او ادنی ہو - جسطرح اللہ تعالی قبل از تفصیل تمام کا جامع تھا اسیطرح بعد تفصیل انسان تمام کا جامع ہے اور نقطہ مقابل واقعہ ہے اور اسی جامعیت کی وجہ سے وہ اس درجہ کو پہونچا کہ ما وسعنی ارضی ولا سمائی ولٰکن وسعنی فی قلب عبد المومن پس قلب استواے ذات ہے اللہ تعالی تمہارے صورتون کو تمہارے

[illegible]

زمین قلب ہے اور اس کا ثمر روح اور اس کا شجر تجلی الوہیت ہے
حدیث مین آیا ہے کہ جب داود علیہ السلام نے اپنے رب سے
التجا کی کہ الٰہی ہر بادشاہ کے لئے خزانہ ہین اور تیرے خزانہ کہان ہین
تو خدا فرماتا ہے کہ اے داود میرا خزانہ عرش اعظم ہے اور اوس کی
وسعت کرسی اور اوس کی طیب جنت اور اوس کی زینت ملکوت
اور اوس کی زمین معرفت اور آسمان ایمان اور اس کا آفتاب شوق
اور اوس کا چاند محبت اوس کے ستارے خطرات اور اوس کا
ابر عقل اور اس کی بارش رحمت اوس کا درخت طاعت اوس کا
ثمر خدمت اور اوس کی دیوار یقین اور اوس کا مکان ہمت اور
اس کے چار ارکان ہین۔ توکل۔ تفکر۔ انس۔ ذکر۔ اور اوس کے
چار دروازہ ہین۔ علم۔ حلم۔ صبر۔ رضا۔ آگاہ ہو کہ وہ نہین
ہے مگر قلب یہی قلب روح و قالب سے پیدا ہوا ہے بلحاظ
برزخیت اگر قالب کے صفات حاصل کرے تو افعال ذمیمہ
اوس سے صادر ہون گے اور اگر روح کے صفات حاصل کرے
تو افعال حمیدہ اوس سے صادر ہونگے اسی جامعیت کے لحاظ
سے یہہ آئینہ ذات و ظہور الہیت ہے۔ ان فی الجسد آدم
لمضغة اذا اصلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت
فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔ پس قلب بالذات
[illegible]

احکام و آثار لے لے تو یہہ بھی نظرگاہ حق ہوگا ورنہ سنگ سخت سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ کیونکہ تمام برائیاں قلب میں حواس ظاہری قالب ہی سے پیدا ہوتے ہیں اگر حواس ظاہری قلب کو ماسوی اللہ سے روکیں تو حواس قلب کشادہ ہونگے اور چشم دل سے مشاہدہ حق حاصل ہوگا اور گوش دل سے کلام غیب سنا جاوے گا اور مشام دل سے تسلیم غیب سونگھی جاوے گی اور ذوق دل سے ذائقہ محبت حاصل ہوگا اور لمس دل سے تفضل بھا پیدا ہوگا اب قلب کے کئے اقسام ہیں ایک قلب سلیم ہے یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم دوسرے قلب منیب ہے وجاء بقلب منیب ادخلوھا بسلام اور تیسرے قلب شہید ہے ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید۔

اب قلب کے ساتھ پہلو ہیں اور ہر ایک پہلو کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور ہر ایک پہلو علیحدہ طور پر بمصداق۔ قد خلقکم اطوارا۔ ظاہر ہوا ہے۔ ایک صدر ہے اور یہہ پوست دل ہے جسکا ظاہر۔ یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔ اور جس کا باطن۔ افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام۔ اور یہہ صدر معدن گوہر وسلامت ہے دوسرے بینائی قلب ہے اور یہہ معدن ایمان ہے اس کا ظاہر۔ ولکن تعمی القلوب

التی فی الصدور اور اس کا باطن اولئک کتب فی قلوبہم
الایمان ہے تیسرے لقالت القلب اور یہہ معدن محبت و عشق ہے
اسکا ظاہر محبت بہشت اور اس کا باطن محبت الہ ہے - چوتھے فوآد ہے
جو محل مشاہدہ ذات و صفات جامع جلال و جمال ہے - جہان معرفت الٰہی
بے کوشش و بے فکر حاصل ہوتی ہے اور ظاہر و باطن مین بجز حق و حقیقت
حق کے کچھ نہین معلوم ہوتا اور اس تجلّی کی حامل روح ہے - پانچوین
متعلق بعالم بسر ہے جہان ہر تجلی مین تجلّی معلوم ہوتا ہے اور دیگر
تجلیات مستور ہوتے ہین بجز حق کچھ نہین معلوم ہوتا اسی سے کوسیر کہتے
جہان منصور حلاج نے انا الحق فرمایا ہے چھٹے معرفت اسمار الٰہی ہے
جسکا ظاہر تخلقو باخلاق اللہ اور جس کا باطن بی یسمع - بی یبصر
بی ینطق ہے ساتوین فقر ہے جو عالم تجلّی ذات ہے اذا تم الفقر
فہو اللہ سے یہی مرتبہ مراد ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ ان فی
جسد انسان قلب و فی القلب فواد و فی الفواد ضمیر
و فی الضمیر سر و فی سر انا طور اول کا تعلق عالم اجسام سے ہے
اور طور دوم کا تعلق عالم نفسانی سے ہے اور طور سوم کا تعلق عالم قلب ہے
ہے اور طور چہارم کا تعلق عالم فواد سے ہے - اور پنجم کا تعلق عالم روحانی ہے
ہے اور طور ششم کا تعلق عالم نور سے ہے اور ہفتم کا تعلق عالم ذات سے
ہے - اور عالم ذات صفات کو کہتے ہین اور یہی حقیقت انسانی ہے
یہ جسطرح کہ قلب کے ساتھ طور ہین اسیطرح وہ ہر مرتبہ مین بطور علیحدہ فیض

حاصل کرتا ہے کبھی بواسطہ عالم مثال اعیان ممکنات سے جو علم اللہ میں
ثبت ہیں بمناسبت اعیان بموافق استحقاق اجسام فیض لیتا ہے۔ اور
کبھی اس کی توجہ عالم شہادت کے طرف ہوتی ہے اس وقت بمناسبت
قابلیت قالب باقتدار تصرف بہ فیض پہونچاتا ہے اور کبھی اس کی توجہ
عالم ارواح کے طرف ہوتی ہے اور اس وقت یہہ بواسطہ روح بمناسبت
اپنے اسماء الٰہی سے فیض لیتا ہے۔ اور کبھی اس کی توجہ الوہیت کے
طرف ہوتی ہے اور اس وقت یہہ بواسطہ الوہیت فیض لیتا ہے۔ اور
کبھی اس کی توجہ وحدت ذات کے طرف ہوتی ہے جو ظاہر و باطن ہر مرتبہ
میں مساوی ہے اور یہہ اوس سے فیض لیتا ہے۔ پس قلب ایک نورانی
جوہر ہے مجرد عن المادہ ہے اور انسان کی انسانیت اس قلب کے
بدولت ہے حکماء اس کو نفس ناطقہ بھی کہتے ہیں ان فی جسد ابن آدم
لمضغۃ وفی المضغۃ قلب وفی القلب روح وفی الروح نوراً
وفی النور سر وفی السر انا۔ یہی قلب جسم میں ایک جزو عظیم
قلب کے علاوہ اور انسانوں کے ایک قلب مضغہ بھی ہے اور اس کے
کئی پردے ہیں اور ہر پردہ میں ایک ایک بھید پوشیدہ ہے اور
ہر ایک کے جدا صفت اور نئی تاثیر ہے سالک اس کو جان کر راہ
سلوک طے کرے اول پردہ سیاہ ہے اور اس کے عقب میں قلم
قدرت سے (لا) تحریر ہے اس سے شہوات و لذات غائبہ

سیاہ ہوگا اور جب ایسا ہو تو مومن اور کافر میں کوئی فرق نہ ہوگا اس کو
منزل ناسوت و سویدا بھی کہتے ہیں اور یہ نفس امارہ سے متعلق ہے
دوسرا پردہ دھندلی رنگ کا ہے اس کے عقب میں قلم قدرت سے
(اللہ) لکھا ہوا ہے اس کو منزل ملکوت قرار دیتے ہیں اور یہ
نفس لوامہ سے متعلق ہے ۔ پھر تیسرا سفید رنگ کا پردہ روشن ہے اور
اس کے عقب میں قلم قدرت سے (الا اللہ) لکھا ہوا ہے اسکو
منزل جبروت کہتے ہیں اور یہ نفس مطمئنہ سے متعلق ہے اور اس
قلب منور میں ایک پردہ بیرنگ بھی ہے کہ اسکا رنگ تمیز نہیں ہو سکتا
اس کے عقب میں (ھو) لکھا ہوا ہے اس کو منزل لاہوت سے
تعلق ہے اور نفس ملہمہ سے علاقہ ہے اور یہ تمام امور بذریعہ کشف
دریافت ہوں گے ۔

دایرۂ قلب

احدیت سلبی
روح
قلب
اگر اس قلب کو علم کلیات و جزئیات یعنی علم عالم غیب عالم شہادت دونوں مساوی طور سے لاحق ہوں تو اسکو دل کہتے ہیں
علم جزئیات یعنے علم عالم شہادت لاحق ہو تو اسکو نفس کہتے ہیں

باب ۸

حقیقت نفس

لغت مین نفس سانس کو کہتے ہین اور اس کی جمع انفاس ہے اور کبھی روح
وحقیقت شئے وہستی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے نفس کے معنے
جب روح کے لئے جاتے ہین تو اس سے روح حیوانی مراد ہوتی ہے
جو بخار لطیف ہے اور اس کو نفس ناطقہ بھی کہتے ہین جو واسطہ ہے
اوس قلب وجسد کے درمیان کہ جس کی تعریف قرآن مین مشکواۃ وشجرۂ
زیتونہ سے کی گئی ہے اور جس کی صفت لا شرقیہ ولا غربیہ واقع ہے
کیونکہ یہہ نفس نہ شرق عالم ارواح مجردہ سے ہے اور نہ غرب عالم اجساد

ایک نفس امارہ ہے کہ جسکا میلان طبیعت جبدیہ کے طرف ہوتا ہے
اور وہ حکم کرتا ہے انسان کو لذات وشہوات حسیہ کے طرف اور جذب
کرتا ہے قلب کو جہتہ سفلیہ کے طرف اور یہی نفس معدن شر اور مخزن اخلاق
ذمیمہ ہے۔ ان النفس لامارۃ بالسوء یہہ نفس قلب مضغہ سے
متعلق ہے۔ جہل۔ خشم۔ کینہ۔ حسد۔ بغض۔ نفاق۔ کبر و بخل۔
کفر وغیرہ اس کے صفات ہین دوسرے نفس لوامہ ہے یہہ بہی اگرچہ
نافرمانی کے کام کرتا ہے مگر پہر پشیمان ہوجاتا ہے اور یہہ نفس قلب
منیب سے متعلق ہے۔ عبادت وتقوی روزہ نماز وغیرہ اعمال حسنہ
اس کے صفات ہین ولا اقسم بالنفس اللوامہ۔ تیسرے
نفس ملہمہ ہے اور یہہ نفس اون سے منزہ و افضل ہے۔ رضا و تسلیم
ایفاء عہد وغیرہ صفات اس کے ہین اور اس کو قلب شہید سے تعلق ہے
چوتھے نفس مطمئنہ ہے اور یہہ نفس نور قلب سے منور اور صفات ذمیمہ سے
پاک وصاف اور صفات حمیدیہ سے متصف ہے اور مدام بطاعت
حق ہوکر اطمینان حاصل کیا ہے اور قرب الٰہی مین فایز ہے اس لیے
خدا فرماتا ہے کہ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی
ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی
وادخلی جنتی۔ پس حاصل یہہ کہ روح اگر قالب مین اور اک پیدا
کرکے صفات قالب حاصل کرے تو نفس اوس کا نام ہوگا اور یہہ

نفس امارہ و نفس ملہمہ و نفس لوامہ و نفس مطمئنہ نام ہوگا۔ کیونکہ روح
اگر بصحبت آتش صفات عنصر آتشی سے متصف ہو تو یہان نفس امارہ
اس کا نام ہوگا اور اس سے تمام نافرمانی کے کام واقع ہون گے
اور یہان جو کچھ خطرات پیدا ہون گے وہ خطرات شیطانی
ہون گے۔ اسیطرح اگر روح صفات باد سے متصف ہو اور باد کے
احکام و آثار اختیار کرے تو اس کو نفس لوامہ کہین گے اور یہان
خطرات نفسانی پیدا ہون گے۔ اسیطرح اگر روح صفات آب سے
متصف ہو اور اوس کے احکام و آثار اختیار کرے تو اس کو نفس
ملہمہ کہین گے یہان خطرات ملکی پیدا ہون گے۔ اسیطرح اگر
روح صفات خاک سے متصف ہو اور اوس کے احکام و آثار اختیار
کرے تو اس کو نفس مطمئنہ کہینگے اور یہان خطرات رحمانی پیدا ہونگے
ہین۔ پس جسطرح کہ روح باعتبار علم صفات جداگانہ متصف ہوئے
اسیطرح قلب و نفس کے صورتین ہوئے۔

باب ۹

جسد ملایم

روح علوی جسطرح کہ صحبت جسم کثیف سے روح جمادی - نباتی - حیوانی
نفسانی ہو کر نفس کہلائی اور نفس صحبت اربعہ عناصر سے لوامہ امارہ
ملہمہ مطمئنہ ہوا اسیطرح قلب بموجب **خلق الانسان من صلصال
کالفخار** ترکیب اربعہ عناصر سے جو ٹھیکرے کے مانند سخت تھا صحبت
روح سے جسد ملایم ہو گیا اور یہی بمنزلہ وحدت ہے جسکا مرتبہ احدیت
دنیا رحمنہ اور مرتبہ واحدیت دنیا مذمومہ ہے - دنیا رحمنہ سے مراد یہ ہے
کہ لوازم سنہ ضروریہ جسد کو او تعالی شانہ کے عنیت کو جو جسد کے
ساتھ ہے دیکھتے ہوئے ادا کرنا اوہ زن و فرزند وغیرہ کو بموجب

آیہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم - اوتعالی جانتا تھا۔ اور دنیار مذمومہ سے یہہ مراد ہے کہ لوازم سنتہ ضروریہ جسد کو بلا اسراف دیلا احتیاط بحب تقوی نفس اوتعالی کی عنیت کو جو جسد کے ساتھہ ہے غافل ہوکر اداکرنا دنیار مذمومہ ہین ہر عنصر نے بمناسبت جسد بصحت روح علیحدہ رنگ لیا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے -

۱ - آتش نے صفت اشتہا طعام و شراب - قوت ہاضمہ وغیرہ حاصل کے -

۲ - باد - نے صفت عطسہ وفازہ واماس ولرزہ جسم ودم وغیرہ حاصل کے -

۳ - آب - نے صفت لعاب - آب منی - مذی ودی بول وغیرہ حاصل کے -

۴ - خاک - نے صفت گوشت وپوست - استخوان گردہ وغیرہ حاصل کے -

دایرۂ اجساد ملایم

دنیاء حسنہ

بجاے احدیت سبلی جسد ہے

جسد ملایم بجائے وحدت

اسمیں ہر عنصر بھی بمناسبت بصحبت روح رنگ دیگر سے لیا چنانچہ

آتش

باد

خاک

آب

دنیاء مذمومہ

بجاے واحدیت شہوتی جسد ہے

پس بموجب حدیث شریف الدنیاء مزارعة الاخرة
مزرعہ یعنے کہیت تو تیار ہوگیا لیکن اوس کی روئیدگی جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسی حدیث شریف مین عزاسے العمل فرمایا
ہین عمل باقی رہا - اور عمل خیال پہ موقوف ہے اور خیال حس مشترک
کے چار اعتبارون مین سے ایک اعتبار ہے -

دائرہ اجسام

خیال منفصل

احدیت مجلی

حس مشترک

ذائقہ شامہ سامعہ باصرہ

لامسہ

خیال متصل

واحدیت ثبوتی

دائرہ عروج و نزول

عروج

احدیت سلبی

انسان

انسان نہایت نزول و بدایت عروج باعتبار کلیت و جزئیت کے ہے۔

نزول

واحدیت ثبوتی
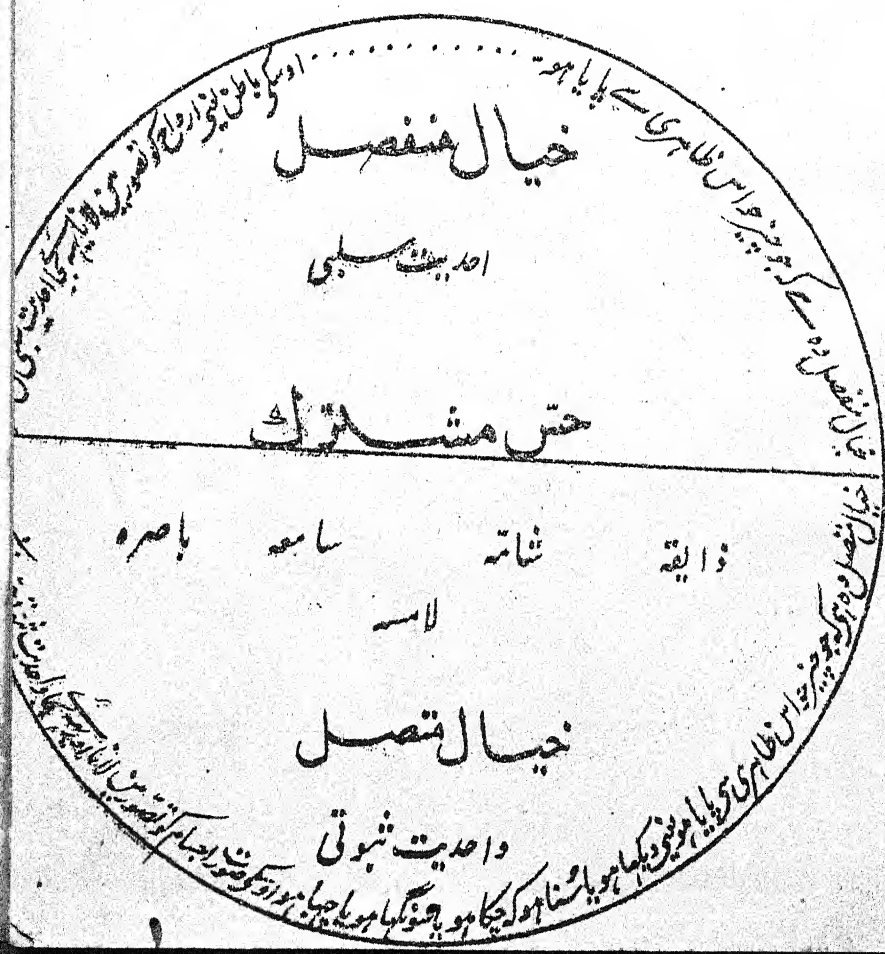
موت اور اوس کے بعد کا دن

موت ۔ روح ابدی کے اوس قطع تعلق کا نام ہے جو کسوت ناسوتی
سے نکلکر بہ لباس دیگر جلوہ آرا ہوتی ہے ۔ لوگ یہہ سمجھتے ہین کہ زید
مر گیا لیکن وہ اس عالم سے گذر کر دوسرے عالم مین چل بسا ۔ اگرچہ موت ہجر
تو نقل مکان ہے اور ایک ایسی شاہ راہ ہے کہ جس پر سے ہر شئے کا
گذرنا ضرور ہے ۔ لیکن بعض موت اختیاری ہوتی ہے اور بعض
اضطراری اور بعض ہر لحظہ اور ہر آن ۔ جو موت کہ موت اختیاری
ہوتی ہے وہ خواہشات نفسانی و لذات جسمانی سے پرہیز کا نام ہے

ہے وہ وہ موت ہے کہ جس مین روح بدن سے مفارقت کرجاتی ہے
اور جو موت کہ اختیاری ہوتی ہے وہ ایسی موت ہے کہ جس مین نقل و
حرکت کا اوس کو اختیار ہوتا ہے۔ اور اسی کی تعریف مین افلاطون
الٰہی کا قول ہے کہ مت بالارادۃ تحیی بالطبیعۃ۔ یا الموت
جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ تانہ ہنیم رنج تو رنج ربیۃ
ندہم۔ اوس کے مناسب حال ہے۔ غرضکہ جسطرح موت کے انواع ہین
اسیطرح حیات کے بھی اقسام ہین کیونکہ ہر زندگی کے مقابلہ مین موت
اور ہر موت کے مقابلہ مین زندگی ہے جو حیات کہ طرفۃ العین مین تجلی نفس
رحمانی سے متواتر پہنچتی ہے وہ اس موت کے مقابلہ مین ہے جو ہر
لحظہ لاحق ہوتی ہے اور یہہ حیات انسان و جمیع موجودات کو شامل ہے
اور تمام مراتب وجود پر ساری ہے اور یہی منشاء نشاء ظہور ہے۔ اور یہہ حیات
قسم اول ہے۔ دوسری حیات ابدی و قلبی ہے جو بواسطہ ترک صفات نفسانی
و لذاتِ جسمانی حاصل ہوتی ہے اور یہہ حیات بمقابلہ موت اختیاری کے
ہے۔ منزل اس حیات کی عالم قدس و عرصہ تجرید ہے اور یہہ موت و حیات
صرف نوع انسانی سے مخصوص ہے۔ اور تیسری حیات ابدی ہے جو برزخ
مثالی و ملکوتی سے متعلق ہے جہان خالدین فیہا ابدا۔ رہنا ہوگا
اور یہہ جو ہر چیز کی فنا ہے وہ تعینات و تقیدات کی ہے صورت
کذائی اگرچہ مٹ جاتی ہے مگر ذات وجود وہی باقی رہتا ہے جو پہلے سے تھا

آتا ہے اور اس کا ایسا رتق و فتق ہے کہ مرتبہ اتصال و افتراق معلوم
نہیں ہو سکتا بل ہم فی لبسٍ من خلقٍ جدید۔ ستارہ اگرچہ
ایک ہی جگہ دیکھتے ہیں لیکن وہ ہر وقت عدم سے وجود اور وجود سے
عدم میں آتے ہیں اور یہہ کام مثل جوالہ آتش ایسی سرعت سے ہوتا ہے کہ
اس کی حرکت و مقدار کا صحیح اندازہ کرنا مشکل اور سخت مشکل ہے۔ پس عالم
ہر وقت متبدل ہوتا ہے اور پھر موجود ہوتا ہے اور یہہ ایسا دور تسلسل
ہے کہ تا قیام قیامت قایم و باقی رہیگا۔ جب سب کچھ مٹ جاویگا تو اوس وقت
قیامت قیامت کبری قایم ہوگی اور خدا فرماویگا لمن الملک الیوم
للہ الواحد القہار۔ یون تو ہر موت کے وقت من مات
فقد قامت قیامتہ ہے جو چیز کہ بروز حشر ظاہر ہونے
والی ہوگی وہ ہر انسان کی موت کے وقت معلوم ہوگی۔ اور قیامت
کے بڑے بڑے علامتیں جیسے آسمان کا پھٹنا۔ زمین کا تبدیل ہونا آفتاب
کا تکدر ہونا۔ ستارون کا منتشر ہونا اور مثل اس کے سب کچھ نشانیان
بحالت نزع انسان پر وارد ہون گے اوس کے ہڈیان جو مثل پہاڑ کے
سخت ہین چور چور ریزہ ریزہ ہون گے۔ اوس کے بال جو مثل نباتات
اوگے ہوئے ہین پژمردہ و پریشان ہون گے۔ اوس کا جسم جو مثل [illegible]
کے قایم ہے ایسا لرزیدہ گا جیسے زمین لرزۂ قیامت کے۔ اوس کے
حواس اپنے منتشر ہون گے جیسے ستارہ آسمان کے۔ اوس کے ساتھ

مثل دریا کے پسینہ جاری ہوگا اور یہہ اوس مین ڈوب رہے گا پہاڑ بہین
ایک دوسرے سے ایسی ملین گین کہ تمام جفت جفت ہو کر طاق ہوگا جب
روح تن سے جدا ہوگی تو زمین وجود قاع صف صف ہوگی اور یہہ
موت ایک نمونہ ہوگی قیامت کبریٰ کا یعنے جیسے قیامت کبریٰ کے روز
پہاڑ اٹھا لیئے جاوینگے اور زمین ایسی راست وہموار ہوگی کہ نہ بلندی
رہیگی نہ پستی ایسے ہی موت کے وقت انسان کا حال ہوگا اور یہہ اسکو
لیئے قیامت صغریٰ ہے کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربك
ذوالجلال والاکرام۔
ایجاد و عدم مثل خلق و اعادہ نفس بنی آدم دو عالم مین اور ہر عالم اپنی آفرینش مین
جدید ہے اور غایت سرعت سے ان کی مدت عمر دراز معلوم ہوتی ہے۔ یہہ
اقتضاء اسماء الٰہی ہے جو ہمیشہ بود و نابود سے متعلق رہیگا۔ کل یوم ھو
فی شان پس جو تعلق و تعین کہ محسوس ہوتا ہے اوس کے لیئے دو عالم ہین
ایک ظاہری دوسرے باطنی۔ عالم ظاہری عالم صورت سے متعلق ہے
اور عالم باطنی عالم معنے سے۔ جب کوئی شئے عالم صورت سے عالم معنے کی طرف
رجوع ہوتی ہے تو لوگ اوس کو موت و فراق سمجھتے ہین لیکن حقیقتاً ایسا نہین
بلکہ یہہ فراق بمنزلہ استصال اور یہہ فنا بمنزلہ بقا ہے جس نے تعلق ہستی مجازیکو
نیست کیا وہ وجود حقیقی کے ساتھہ متصل ہوا اور جس نے ایسا نکیا وہ منفصل ہی
رہا۔ پس بقا حقیقت مین اسم وجود ہے اور فنا تعین شہود بے بود ہے۔

مفارقت کرتی ہے اور لباس وتعین جسمانی سے معرا ہوتی ہے تو اوس کے
جمیع آلات نفسانی وجسمانی بصورت مناسب تشکل اختیار کرتے ہین لیکن
یہہ مناسبت مشابہ اون اوپر آلات کے ہوتی ہے جو روح وقت مفارقت
اپنے ساتھہ لیجاتی ہے - کیونکہ روح جسم مین بیکار نہین ہے - یہہ اوس
عرفان ویافت کے لئے آئی ہے کہ جس کے نسبت خداے عز وجل بار
بار اپنے کلام مین تاکید فرماتا ہے - اور قاعدہ بھی ہے کہ جب ایک
فعل بار بار کیا جاتا ہے تو اسی تکرار حال کا نام عادت اور عادت ایک خصلت
خصلت ملکہ ہو جاتی ہے جیسے میوہ خام ایک مناسب مدت گذرنے
کے بعد پختہ ولذیذ ہوتا ہے اسیطرح روح کا حال ہے کہ بسبب صحبت
جسم کثیف مین رہکر اوس کے احکام وآثار وخو بو اختیار کرتی ہے اور
تکرار حال سے یہی امر اوس کے عادت مین داخل سمجھا جاتا ہے - پس
جسطرح کہ اوس کی یافت ہوگی اوسی مناسبت سے عالم آخرت مین اوسکا
تشکل ہوگا اور جیسے اور جس خیال مین یہان اوس کا وقت آخر گذریگا
ویسے ہی عالم آخرت مین اوس کا رب ہوگا من شغلك فهو ضمك
کیونکہ عالم مثال مین بدن انسانی ایسا معنوی جسم ہوگا کہ جس مین ظلمت
وکثافت مطلق نہ ہوگی - اور ایسا روشن وشفاف ہوگا کہ جو چیز اوس کے
مقابل ہوگی اوس کا عکس اوس مین منعکس ہوگا - اور جمیع اعمال وافعال و
اخلاق انسان کے بہ سبب رفع حجاب ظلمانی وبدنی بمناسبت یافت عالم

انسان اختیار کرلیتا ہے یا جس صفت کا انسان مین غلبہ رہتا ہے وہی اوصاف عالم حشر مین بصورت مناسب ظاہر ہون گے اسی لئے الدنیا مزرعۃ الاخرۃ آیا ہے اورجسطرح ہماری قوت باطنی عالم معاش مین ظہور پائی ہے اسیطرح عالم معاد مین وہی ہماری قوتین دوسرے مرتبہ قوت سے فعل مین آ وین گین - اور ہمارے افعال و اعمال و اخلاق بمناسب اوس کے مجسم بشکل شخص ہون گے - اور جیسے دنیا مین قوت عنصری سے موالید ثلاثہ مثل نباتات - جمادات - معادن ظاہر ہوئے تہے ایسے ہی عالم آخرت مین ہمارے اخلاق حسنہ بصورت نور اور ہمارے اخلاق بد بصورت نار ظاہر ہون گے اور جب تمام تعینات جو باعث کثرت و عارض وجود ہین رفع ہوجاوینگے تو اوس وقت نہ بلندی بلندی رہیگی اور نہ پستی پستی اور یہی قیامت کبریٰ ہے - عالم آخرت مین روح و بدن متحد ہوکر ایک ہی رنگ لین گے - اور ہمارے جمیع اعضاء و قویٰ گویا شنوا و دانا و بینا ہون گے اور ہر ہر قوت قواے مدرکہ سے ایک مجموعہ ہو گا - اور یہہ ظلمت و صورت عنصری ذاتی و لطیف ہو گی اور جب یہہ تعین جو مانع مشاہدہ ہے رفع ہوگا تو روح و بدن متحد و نورانی ہون گے اور نور آلہی بے کیف اوس پر متجلی ہو گا پس اوس وقت علم الیقین بصورت عین الیقین کمال اطلاق و جمال کے ساتہہ معلوم ہو گا - اور یہی لقاے آلہی ہے کہ جس کے بغیر مومن کو راحت نہین ہو سکتی - لا راحت للمومن

غفلت اور بیداری ایک ہوشیاری ہے۔ اگر ہوشیاری دنیار
خواب ہے تو دنیا۔ ایک ہوشیاری ہے۔ ایک بمنزلہ ثبوت ہے
دوسرے بمنزلہ سلب ہے۔ قلب روح و قالب کے درمیان مثل
برزخ کے ہے اگر قلب بوقت خواب روح کے طرف متوجہ ہو اور
اس وقت جو کچھ عالم رویا مین اوس کو مشاہدہ ہوا ہو تو خارج مین اسکا
ظہور نہ ہوگا کیونکہ برزخ بجانب سلب ہے۔ اور اگر قلب عالم اسباب کے طرف
متوجہ ہو اور اوس وقت عالم رویا مین جو کچھ اوسکا مشاہدہ ہو تو خارج مین
اسکا ظہور ہوگا۔ کیونکہ برزخ بجانب ثبوت ہے مثلاً اکثر ہم دیکھتے
ہین کہ خواب مین موتیون کا ہار پہنا مگر جب صبح ہوتی ہے یا ہم خواب سے
بیدار ہوتے ہین تو بظاہر کوئی اثر اسکا خارج مین نہین دیکھتے بخلاف
اس کے جب ہم خواب مین ایک حسین عورت کو دیکھتے ہین اور اوس سے
ملوث ہوتے ہین تو فوراً خارج مین اس کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے یہہ کیا
راز ہے یہی ہے کہ قلب کی توجہ سے اگر روح کے جانب رہے تو نتیجہ
سلب ہوگا اور اگر جسم کے طرف ہوے تو نتیجہ ثبوتی ہوگا۔ کیونکہ یہہ بمنزلہ
برزخ ہے اور برزخ مین یہہ ہر دو قابلیتین ہین۔ پس خواب مین اگرچہ
بیداری کا اثر ہے مگر ہماری موجودہ بیداری بھی بمنزلہ خواب ہے
اور شاید فوق العقل عادت سلب جو اس کے بعد اس سے پیدا ہو
جس کو موت کہتے ہین۔ سرور کائنات صلعم کا فرمان ہے کہ تمام لوگ

موجودہ بیداری بلحاظ آخرت حالت خواب ہے اور خواب خاصیت نبوت
کا ایک نمونہ ہے کیونکہ سونے والے آیندہ آنے والی بات کو صریحاً
یا بہ تمثیل معلوم کر لیتے ہین یا جس کا انکشاف من بعد اون کو بذریعہ علم تعبیر
ہو جاتا ہے۔ خواب ایک برزخ ہے حیات و موت و دنیا و آخرت مین کیونکہ
صاحب خواب حالت خواب مین کچھہ موت اور کچھہ حیات کا حکم رکھتا ہے
امور دنیوی کا اگر مطالعہ کرتا ہے تو امور اخروی کا مشاہدہ کرتا ہے انبیاء
کرام اگر وحی سے امور اخروی پر مطلع ہوتے ہین تو اولیاء کرام
بذریعہ رویاء صالحہ کے رویاء صالحہ نبوت کا ایک جزو ہے اور
اس مین امور اخروی کی مثال انسان کو مشابہ و مماثل اشیاء دنیا کے
دکہائے جاتے ہین اور اسی لیے رویاء صالحہ فرع نبوت ہے الرویاء
الصالحۃ جزء من ستۃ و اربعین جزء من النبوۃ
رویاء کی حقیقت اکثر مبنی بمثال ہوتی ہے جیسے نبی کریم جبرئیل
کو خواب مین دیکھے کہ وہ ایک دود کا قدح لائے ہین تو آپنے اس دود کی
تعریف علم سے فرمائی کیونکہ دود جسطرح غذائے نفس ہے اسیطرح علم
خط روح ہے۔ اگر صفت علم دود سے مراد نہ لی جائے تو تشبہ بردنیت
ہو گا۔ اسی لئے تمثیل لبن سے علم مراد ہے اور علم عین معنے اور معنے بجز
صورت کے ناممکن۔ اگر یہہ چاہتے ہو کہ وجود علمی کو شہود عینی
مین دیکھین تو سب سے پہلے ایک مناسب صورت اوس معنے کے ساتھہ لینی

وہ معنے لیئے ہونگے تاکہ وہ صورت اوس معنے پر دلالت کرے پس جو
اس صورت کو دیکھے گا تو وہ ضرور معنے کو دیکھیگا اسی لیے سرور کائنات
فخر دوعالم نے من رانی فقد رالحق فرمایا ہے۔ تمام صور انبیاء علیہ السلام
تمثیل حق ہین اور تمام صور شیاطین تمثیل باطل باطل کبھی بصورت حق
متمثل نہین ہوسکتا جب کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ من رانی فی
المنام فقد رانی حق لان الشیطان لا تمثیل بی ولا
بصورتی اور آپ نے یہہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے مجکو خواب مین
دیکھا وہ حقیقتاً مجھکو دیکھا۔ پس اس قسم کے رویا روحانی کشف کی
تمثیل واقعہ ہین جہان روح بصورت جسد دکھائی دیتی ہے تاکہ اس صورت کے
اوس صورت کی حقیقت معلوم ہوسکے۔ اور اس قسم کے تمام صورتین
مثال آئینہ ہین اوس صورت کے لیے جسطرح کہ صورت آئینہ مین صورت
شاہد ہے اسیطرح جبرئیل جو بصورت دحیہ کلبی آئے تھے اون کے روحانی
صورت کی ایک مثال ہے کیا بعید اسکا تھا کہ جبرئیل کے ساتھہ سو نورانی پر
اور یہہ اس عظمت کا کہ اگر وہ زمین یا آسمان پر رکھا جاوے تو زمین و آسمان اوس کے
ایک گوشہ مین سما جاوین کسطرح دحیہ کلبی کے صورتمین متمثل ہوے اگر یہہ کہتے ہو کہ وہ جبرئیل
نہ تھے تو انکار وحی لازم آتا ہے جو موجب کفر ہے اگر تسلیم کرتے ہو تو بھی صورت صورت
تمثیل ہی کیونکہ خدا نے ہر روحانی امور کے دکھلانے کے لیے چاہے وہ بیداری مین ہو یا خواب
مین ایک ایک تمثیل ظاہر کی ہے اور عادت اللہ ایسی ہی جاری ہے فتمثل لہا بشرا سویا
اسکا شاہد ہے کہ جبرئیل نظر مریم مین بصورت امر معلوم ہوے اور مریم بروح حاملہ ہوئین اور عیسیٰ پیدا

بصورت مثل اور مثال تمثیل کے ظاہر ہوے جسطرح کہ صورت آئینہ شاہد کے لئے ایک تمثیل ہے۔ اگرچہ او تعالی شانہ کے لئے کوئی مثال نہیں ہوسکتی ہے لیکن ایسے بے کیف مثال کہ جیسی صورت آئینہ شاہد کے لئے مثال ہے جایز ہوسکتی ہے۔ محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ مثل اور مثال مین فرق ہے مثل ودی کا مقتضی ہے اور غیریت کا متقاضی۔ اور مثال بلحاظ صورت متکثر اور بلحاظ معنے متحد ہے جیسے شعاع آفتاب ہزارہا نگارنگ آئینو مین مختلف ہے ولیکن وہ معنًا متحد ہے اسیطرح اس کا حال ہے۔ ایسے اصول پر صور عالم خواہ روحانی ہون یا جسمانی۔ ملکی ہون یا انسانی بلحاظ مدارج آیات وصفات وذات کہین تو درست ہے۔ کیونکہ جب صورت کو بغیر معنی کے وجود نہین ہے تو معنے کو بغیر صورت کے کب شہود ہے پس جایز ہے کہ وہ معنے بصورت تمثیل متمثل ہو اور عارف شناخت مین اوس کو اپنا وسیلہ کرے رویت اللہ جو خواب مین جایز ہے وہ اسی شہود سے متعلق ہے۔ جب ولیل اذا یغشی دیدۂ عقل کو خواب آلود کرے اور جب والنہار اذا تجلی۔ عین عشق کو تابان کرے تو اوس وقت خود بخود مشاہدہ حق حاصل ہوگا اور خواب بیداری و مستی ہوشیاری ہوگی فقط

بندہ

از علم الدین محمد وکیل ہائیکورٹ سرکار نظام۔ متوطن آنبہ جوگائی ضلع بیڑ